مقامع الحدید
علی
الکذاب العنید

تالیف

حضرت مولانا محمد حنیف رہبر اعظمی مبارکپوری فاضل دیوبند

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین
۶ بی ۔ شاداب کالونی ۔ ٹمپل روڈ ۔ لاہور

سلسلہ مطبوعات (۱)

نام کتاب : مقامع الحدید علی الکذاب العنید
سال طباعت : جنوری ۱۹۷۸ء
پریس : شفیع سنز ۱۴ دربار مارکیٹ لاہور
قیمت : تین روپے

۱۴۶۶م

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۲-بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور

ولهم مقامع من حديد

(قرآن حکیم)

جسمیں

رضاخانیوں کے رسالہ "المصباح الجدید" کا دنداں شکن جواب پیش کیا گیا ہے اور رضاخانیوں کی تہمت طرازیوں کا پردہ اچھی طرح چاک کرکے یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو عقائد خبیثہ ہماری طرف منسوب کئے گئے ہیں رضاخانی عقائد ان سے بھی بد تر ہیں

مؤلفہ

عبد نحیف محمد حنیف اعظمی مبارکپوری

عرضِ ناشر

الحمد للہ ذی المجد والعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفیٰ اما بعد: قارئین گرامی قدر! حقیقت مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ اتحادِ امتِ مسلمہ کی جس قدر اس وقت ضرورت ہے قرونِ سابقہ میں شاید ہی کبھی اتنی ضرورت پڑی ہو۔ آج جبکہ عالمِ اسلام، دنیائے کفر و طاغوت کی سازشوں کے نرغے میں ہے۔ کہیں سوشلزم کی یلغار ہے، کہیں کمیونزم کی یلغار، کہیں دیوتائے سرمایہ داری کی پرستش ہے تو کہیں الحاد و زندیقی اور مادر پدر آزاد تہذیب کا غلغلہ!!

اتحادِ امت کا تقاضا تو یہ تھا کہ فروعی اختلافات رکھنے والے فرقے مسلسل آپس میں باہمی تعاون اور ہم آہنگی و یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیائے ضلالت کا مقابلہ کرتے اور اختلافات کو عناد و عداوت کی حد تک پہنچانے کی بجائے اختلافات کی حد تک محدود رکھتے اور عناد انگیز انداز و روش سے احتراز کرتے۔ لیکن صد افسوس و صد حیف کہ ہند و پاک میں نمودار ہونے والا ایک فرقہ (جو عام طور پر فرقہ بریلویہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے) عرصہ دراز سے امتِ مسلمہ کے اتحاد کی دیوار آہنی میں دراڑیں ڈالنے کے درپے ہے۔ اور کوئی دقیقہ بھی اپنی اس کاوش سے فروگذاشت نہیں ہونے دیتا۔

کچھ عرصہ سے اس فرقہ کی طرف سے منظم صورت میں یہی تحریک دوبارہ سر اٹھا رہی ہے۔ اور کچھ ہی عرصہ کے اندر اندر متعدد کتب و رسائل منظرِ عام پر آنے لگیں۔ ان کتابوں کو دیکھ کر صداقت شرما کے رہ جاتی ہے حقیقت محوِ حیرت و غرقِ استعجاب ہو کے رہ جاتی ہے، تاریخ اپنا منہ چڑانے والوں کو دیکھ کر دم بخود ہے۔ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی، ناطقہ سر بگریباں ہے اور خامہ انگشت بدنداں!! ان کتابوں کے مصنفین نے بھی وہی کچھ کیا ہے جو ان کے آقایانِ ولی نعمت بہت پہلے کر چکے ہیں انہوں نے انہی کی چکی پیسی ہے، مال ایک ہی ہے لیبل بدل دیا گیا ہے۔

ان نام نہاد علامہ صاحبان نے جن عبارات کو لیکر ہدفِ طعن و تنقید بنایا ہے۔ ان کے جوابات بہت عرصہ پہلے دیئے جا چکے ہیں مگر اس کا کیا کیجئے کہ اس طبقہ کا ہاضمہ ٹھیک نہیں ہوتا تاوقتیکہ ان شائع کردہ اپنی زبان درازی کا نشانہ نہ بنالیں۔ ہم نے بہت چاہا کہ ہم ان غزل سے اجتناب کریں تاکہ قوم مزید انتشار و تشتت کی آلودگیوں میں مبتلا نہ ہو بلکہ مذہبی ارادہ انداز فکر رکھنے والوں کے پروپیگنڈہ میں نہ آجاتے لیکن ہمارے پاس لوگ ان کی کتابیں اٹھا اٹھا کر لاتے ہیں کہ ان کا جواب دو! ہم نے جب یہ سلسلہ دیکھا تو محسوس کیا کہ سادہ لوح مسلمان مکر و تلبیس کے اس جال میں بہت سادگی سے پھنس رہے ہیں اور اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی کہ ان تمام مطاعن کا جواب شائع کیا جائے۔ چنانچہ بجائے کوئی نئی کتاب مرتب کرنے کے ہم زیرِ نظر کتاب مطالع العمدیۃ شائع کر رہے ہیں جو سب سے پہلے دفتر الفرقان بریلی سے طبع ہوئی تھی۔ آپ اس کتاب میں ان تمام مطاعن کا جواب پائیں گے جن کی بنیاد الفاظ کی بناوٹ، معانی کے پیچ و خم کے الجھاؤ، ذہنی تعصب، اور کم علمی پر ہے۔

(طالبِ دعا: ارشد حسن، نائب ناظم نشر و اشاعت انجمن ارشاد المسلمین، لاہور)

انتساب

مصنفین کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی تصانیف کو اپنے کسی مربی و سرپرست کیطرف منسوب کیا کرتے ہیں، میں اپنی اس ناچیز کوشش کو اپنے مربی و سرپرست حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور) مدظلہ سے منسوب کرتا ہوں، کہ میری علمی و جسمی نشوونما انہیں کی شفقت ورافت کی رہین منت ہے۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

عبدالحنیف محمد حنیف عفا عنہ اعظمی (مبارکپوری)

یکم جمادی الثانیہ ۱۳۵۵ھ

رسالہ مقامع الحدید علی الکذاب العنید کے خاص خاص مضامین کی اجمالی فہرست

فہرست باب دوم رضاخانی مذہب کا آئینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مقدمۃ الکتاب

حمداً وسلاماً

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا، تو مسلمانانِ ہند پر بیک وقت سیکڑوں مصیبتیں ٹوٹ پڑیں، اگر ایک طرف اُن کی دولت برباد ہوئی، اُنکی حاکمانہ زندگی کی رہی سہی توقعات کا بھی خاتمہ ہوا تو دوسری طرف اُن کا دین و ایمان بھی خطرہ میں پڑگیا اور لارڈ مینگلس ممبر پارلیمنٹ کی ۱۸۵۷ء والی تقریر بروئے کار آنے لگی جسکا مضمون یہ تھا۔

"خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ سلطنتِ ہندوستان انگلستان کو زیرِ نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہئے اور ہمیں کسی طرح تساہل نہ کرنا چاہئے"

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کیلئے یہ دور سیاسی و مذہبی اعتبار سے نہایت ہلاکت آفریں دور تھا اور اُن کی زندگی کی ناؤ ایک خطرناک بھنور میں گھری ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اُن چند مقدس نفوس پر جنہوں نے اپنی دوربیں نگاہوں سے مستقبل کے خطرات کو دیکھا اور اسلامی تعلیم و حجازی تہذیب کے بقاء و تحفظ کیلئے سرزمین "دیوبند" میں اپنے مبارک ہاتھوں سے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔

اسلام کے دانا دشمنوں اور طاغوت پرست مدبروں نے جب دیکھا کہ ان چند حامیانِ اسلام نے

مسلمانوں کی حفاظت اور علومِ اسلامیہ کی نشر و اشاعت کا سامان فراہم کر لیا اور اب قوم کو آسانی سے
ہضم نہیں کیا جاسکے گا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح ان خدامِ اسلام سے عام مسلمانوں کو متنفر
اور بدگمان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم اپنے عزائم مشئومہ میں ہرگز کامیاب ہو سکیں گے چنانچہ اس کام کی
انجام دہی کیلئے انہوں نے پیشہ ور پیروں اور جعلی مولویوں کی خدمات حاصل کیں اور ان نفس پرست اور
شکم پرور ملت فروشوں نے صرف چند سفید سکوں کے لالچ میں ہندوستان بھر میں ان خدام اسلام
یعنی بانیانِ و حامیانِ دارالعلوم کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ یہ لوگ معاذ اللہ بدمذہب اور
فاسد العقیدہ ہیں۔ خدا کو جھوٹا کہتے ہیں، رسول کی توہین کرتے ہیں، اُن کا مرتبہ صرف بڑے بھائی کی
برابر بتلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس ناپاک پروپیگنڈے کا مقصد صرف یہی تھا کہ مسلمانوں کی جمعیت میں پھوٹ پڑ جائے، ان کا
شیرازہ بکھر جائے اور ان کی متحدہ طاقت جماعتوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو جائے، نیز ان کے عوام
اپنے مخلص رہنماؤں سے فرنٹ ہو جائیں۔ اور پھر ان بھیڑوں کی طرح جنکا کوئی ہوشیار رکھوالا نہ ہو اُن کو
آسانی سے شیطانی ریوڑ میں ملایا جاسکے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ طاغوتی چال بڑی حد تک کامیاب ہوئی
مگر اسلامی ہند کا یہ علمی و دینی مرکز دارالعلوم دیوبند بھی خدا کے فضل و کرم اور اپنے بانیوں کے اخلاص کے
اثر سے دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ اور کفر و وہابیت کے ناپاک پروپیگنڈے کے باوجود اس کو
یہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہندوستان کے علاوہ کابل و قندھار، بخارا و بلخ تک سے تشنگانِ علومِ نبوی اس
دارالعلوم سے پیاس بجھانے کیلئے آنے لگے۔ اور شہر بشہر اُسکی شاخیں قائم ہونے لگیں علم کی روشنی
نے جہالت کی تاریکیوں کو جب مٹانا شروع کیا اور کفر و وہابیت کے فتوؤں کی وقعت خود بخود ہی کم ہونے
لگی۔ جب اسطرح باطل پرستوں کی دوکان پھیکی پڑنے لگی تو دشمنانِ اسلام کے سب سے بڑے ایجنٹ اور
ملت کے خود ساختہ مجدد مولوی احمد رضا خانصاحب نے یہ کارروائی کی کہ اکابر علمائے دیوبند کی بعض تصانیف
کی بعض عبارات میں قطع برید کر کے اُن سے کفریہ مضامین نکالے اور ایک فتویٰ کفر مرتب کر کے آپ نے
حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کیا وہ حضرات چونکہ حقیقتِ حال سے واقف نہ تھے اسلئے انہوں نے

خانصاحب کے اختراعی مضامین پکڑ کر فتوے سے اتفاق کیا۔ اور خانصاحب موصوف نے اس فتویٰ کو حسام الحرمین کے نام سے چھاپ کر شائع کر دیا۔ اور پوری پارٹی نے ملک شور مچایا کہ دیوبند کے علماء کو ہم ہی کافر نہیں کہتے بلکہ علماء حرمین بھی ہمارے ساتھ ہیں، یہ چال بھی کچھ کارگر ہوئی اور ہندوستان کا غیر تعلیم یافتہ طبقہ اس فریب میں آگیا اور تفرقہ اور پارٹی بندی نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی اور باوجودیکہ خانصاحب کی فریب کاری کا حال معلوم ہو جانے کے بعد خود حرمین شریفین کے علماء کرام نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کیا (دیکھو الشہاب الثاقب و التصدیقات) لیکن خانصاحب بریلوی نے اسکے ذریعے سے اسلامی ہند میں جو آگ لگائی تھی وہ آج تک نہ بجھ سکی اور اب بھی اسکے شرارے کسی نہ کسی اسلامی بستی میں بلند ہوتے اور مسلمانوں کی جمعیت کو خاکستر بناتے رہتے ہیں۔

مبارکپور یوپی کے مشرقی اضلاع میں ضلع اعظم گڈھ کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے یہاں کے مسلمان اپنی دینی حمیت و غیرت، مذہبی جوش و عقیدت میں ہمیشہ ممتاز رہے ہیں ہندوستان میں جب کوئی اسلامی تحریک اٹھی تو انہوں نے پہلی آواز پر لبیک کہا آج سے تقریباً تیس پینتیس سال پہلے ان کے کان رضاخانیت اور دیوبندیت کی آواز سے بالکل نا آشنا تھے اور وہ اتفاق و اتحاد کی اس شاہراہ پر گامزن تھے جسکے آگے بارہا اغیار کو دبنا پڑا۔ لیکن ایک منحوس دن وہ آیا کہ اغیار کے ان ایجنٹوں اور اتحاد اسلامی کے ان دشمنوں نے اس طرف بھی اپنی توجہات کی باگ پھیری اور یہاں کی مسلم آبادی پر بھی دانت تیز کر دیئے۔ اور کچھوچھہ (ضلع فیض آباد) سے بعض پیشہ ور پیر اور مصنوعی مولوی محدث آدھمکے جن کی ابتداءً قصبہ میں متعدد تقریریں ہوئیں جو اختلافیات سے بالکل دور تھیں۔ لیکن جب معتقدین اور مریدین کی کثرت ہوئی اور انکی حرص آمیز نگاہوں نے موقع کو ہموار دیکھا تو اس جدید ملکیت پر اپنی قبضہ جمانے اور مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پھیلانے کی غرض سے آپنے بریلی کی کفرساز فیکٹری کے کفری گولے برسانے شروع کر دیئے۔ یا یوں کہئے کہ راستہ صاف کرنے کے بعد آپنے اپنے آقایانِ نعمت کا حق نمک ادا کرنا شروع کر دیا۔

ابتداء میں چونکہ یہاں کی مسلم آبادی حقیقتِ حال سے بالکل ناواقف تھی، اسلئے قریباً تمام قصبہ

ان حامیانِ باطل کے دامِ فریب میں آگیا۔ اللہ بہت جلد اُن کی دوکانیں چمک اُٹھیں ۔ لیکن بجواے
لکل فرعون موسیٰ " اسی قصبہ سے خداوند قدوس نے اپنے چند سچے حریت پسند، دین کے ہمدرد
سنت اور صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے والے، نیک نفس، صداقت پرست
بندوں کو کھڑا کر دیا، جنہوں نے اللہ کی توفیق سے ان گندم نما جو فروشوں کی ابلہ فریبیوں کا پردہ چاک
کر دیا ۔ اور عامۃ المسلمین کو ان کے کید و مکر سے آگاہ کر کے اُن کے دین و مذہب، عزت و آبرو، مالُ
دولت کو ان صوفی نما غارتگروں سے بچا لیا۔ اور بحمداللہ بہت جلد قصبہ و اطرافِ قصبہ کی اکثریت ضلالت
کے بھنور سے نکلکر صداقت اور حقانیت کی شاہراہ پر آگئی ۔ اور دشمنانِ صداقت کی دوکانیں بالکل پھیکی
پڑگئیں ۔

ان ملت فروشوں نے اپنی تجارت کی جب یہ کساد بازاری دیکھی تو اُن کو فکر لاحق ہوئی اور اُنہوں
نے ضروری سمجھا کہ یہاں کوئی مستقل اڈا قائم کیا جائے تاکہ کسی وقت ہمارے قدم نہ اُکھڑنے پائیں
چنانچہ ایک مکتب کو جو ایک عرصہ سے معمولی حیثیت میں چل رہا تھا۔ عالیشان مدرسہ بنانے کی تجویز ہوئی
اور نہ معلوم کیا کیا سبز باغ دکھا کر قصبے کے بعض عیاش مزاجوں کو اپنے فیور میں کیا گیا۔ مدرسے کے چندہ کے
نام پر ہزاروں روپیہ سادہ لوح مریدوں کی جیب سے نکالا گیا ۔ اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ شوال ۱۳۵۳ھ
میں اس مدرسہ کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب میں یارانِ طریقت جمع ہوئے ۔ پھر یہ
سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب کس طرح منائی گئی؟ — آہ! میں تمکو کیا بتاؤں کسطرح منائی گئی، اور
کسطرح ان مدعیانِ رشاد و ہدایت نے فرعون و ہامان، شداد و قارون کی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کیا؟
اللہ اللہ ۔ چاندی کی ایک کڑھائی تیار کرائی گئی، اور چاندی ہی کی کرنی، کڑھائی میں بالائی
بجائے چونے گارے کے رکھی گئی اور ان فرشتہ صورت بانیانِ شریعت نے اسی چاندی کی کرنی سے
بالائی کا گارا زمین پر بچھایا اور اسکے اوپر اینٹیں رکھی گئیں ۔ اور پھر یہ چاندی کی کڑھائی اور کرنی پیر صاحب
کی نذر کر دی گئیں یا یوں کہئے کہ انہوں نے خود ہی اپنی نذر کر لیں ۔
بہر حال شوال ۱۳۵۳ھ میں یہ سوانگ رچایا گیا ۔ اور پیر صاحب چاندی کی کڑھائی اور دامنِ

نذرانے وصول فرما کر رخصت ہو گئے۔

قصبہ کے علماء اور باقی محافظین سنت قاسمین بدعت کو جب اس افسوسناک کارروائی کی روداد پہنچی تو انہوں نے اپنے فرض منصبی کے مطابق اس رسم فرعونی وہامانی کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار کیا اور جلسہ عام منعقد کر کے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ پیشہ ور پیر اور جبہ پوش مصنوعی مولوی مذہبی رہزن اور ترقی یافتہ مہذب ڈاکو ہیں جو ان عقلمندوں سے تمہارے دین و ایمان اور مال و دولت پر مکر و فریب سے ڈاکہ ڈالتے ہیں، انہوں نے مدرسہ کے نام پر تم سے چندہ وصول کیا اور مدرسے میں لگانے کے بجائے انہوں نے اس سے چاندی کی کرسی اور کڑھائی بنائی اور بجائے سنت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے رسم فرعونی وہامانی کو زندہ کیا، اور وہ کرسی اور کڑھائی بھی خود اینٹھ لی۔ اور اس طرح تمہارے مال پر بھی ڈاکہ ڈالا اور دین و ایمان پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔

بات بالکل صاف اور سیدھی سی تھی اس لئے ان سادہ لوحوں کی سمجھ میں بھی آگئی جو برسوں سے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور یہ حلقہ مریدین میں بھی ارادت و عقیدت کے بجائے نفرت و حقارت پھیلنے لگی۔ ان چالاک اور شعبدہ باز شکاریوں نے جب دیکھا کہ سونے کی چڑیاں اب جال سے نکلا چاہتی ہیں تو خلیج اختلاف و افتراق کو اور زیادہ وسیع کرنے اور علماء اہل سنت کی طرف سے عوام کو بدظن کرنے اور ان کی حقانی آواز کو بے اثر کرنے کیلئے وہابیت کی توپ اور کفر کی شین گن چلانی شروع کی اور ساتھ ہی شکارگاہ کو مزید وسعت دینے کی فکر میں ایک کچھوچھوی صاحب نے اردگرد کی بستیوں میں بھی چکر لگانا شروع کیا۔ اس دورہ میں بھی آپ کی تقریروں کا رخ صرف علماء اہل سنت کی طرف رہتا تھا اور پورا زور ان کو کافر اور وہابی بنانے پر صرف ہوتا تھا۔ ساتھ ہی نہایت بلند آہنگی کے ساتھ مناظرہ کی ڈینگیں ماری جاتی تھیں۔ اسی دورہ کے سلسلہ میں آپ مبارکپور کے قریب کی مشہور بستی "خیر آباد" بھی تشریف لے گئے۔ اور جب آپ نے اپنی تقریر میں علماء اہل سنت کے خلاف لعن طعن شروع کیا تو وہیں کے ایک صاحب (مولوی نذیر احمد صاحب) نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیدیا۔ مولوی کچھوچھوی صاحب نے پہلے تو لطائف الحیل سے مناظرہ کی بلا کو اپنے سے ٹالنا چاہا، لیکن جب کوئی مخلص نہ ملا۔ تو

فہر درویش برجان درویش منظور کرلیا اور مقام مناظرہ خود آپ نے "مبارک پور" مقرر کیا۔ ہر قسم کی ذمہ داری آپکے حکم سے آپکے ایک خاص آدمی نے اپنے ذمہ لی جو آپکے دست و بازو اور آپ کی تحریک کفر بازی و مرید سازی کے مبارک پور میں سب سے بڑے علمبردار ہیں۔

مولوی نذیر احمد صاحب خیر آبادی اور آپکے ساتھ آپکے بعض مبارکپوری دوستوں نے پوری دیانتداری کیساتھ مناظرہ کی تیاری شروع کردی۔ لیکن جن بزدلوں کیلئے مناظرہ کا نام موت کا پیغام تھا انہوں نے اندر ہی اندر کچھ اور ریشہ دوانیاں شروع کیں، اور جن صاحب نے بڑے زور سے ٹھونک کر حفظِ امن وغیرہ کی تمام ذمہ داریاں لی تھیں انہوں نے خود مناظرہ کا انجام سوچ سمجھ کر افسران پولیس کے دروازوں پر جبہ سائی اور دیگر مقامی حکام کی کوٹھیوں کا طواف کرنا شروع کردیا۔ اور جب خفیہ کارروائیوں سے کام نہ چل سکا تو آپنے حاکم پرگنہ کے یہاں درخواست دیدی کہ ۱۱ر فروری کو مبارک پور میں جو مناظرہ ہونے والا ہے اسمیں نقض امن اور فساد کا اندیشہ ہے اور میں حالات موجودہ تنہا اسکی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔" (ملخصاً)

حکام نے جب دیکھا کہ ذمہ داری لینے والا خود ہی خطرہ محسوس کررہا ہے اور ذمہ داری سے سبکدوش ہورہا ہے تو انہوں نے مناظرہ کے متعلق حکم امتناعی جاری فرمادیا۔ اور تاریخ مناظرہ سے پہلے عام طور پر اعلان ہوگیا کہ "اب مناظرہ نہیں ہوگا۔"

لیکن اہل سنت اپنے علماء و مناظرین کو تار دے چکے تھے اسلئے انکی طرف سے سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی، و رئیس المناظرین عمدۃ الواعظین حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری و مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہانپوری ۱۰ر فروری کی شام کو تشریف لے آئے۔ اور رضاخانیوں کی شرمناک کارروائی معلوم کرکے وقت کے ضائع ہونے کا ان حضرات کو بیحد افسوس ہوا۔

شاید ناظرین کرام کو معلوم ہو کہ اس سوتا جماعت کے نمائندوں کی یہ عام عادت ہے کہ پہلے اشتعال انگیز تقریریں کرتے ہیں اور مناظرہ کا ڈھونگ بھی رچاتے ہیں، لیکن جب شرائط مناظرہ

ے ہوجاتے ہیں تو وہیں وحکام سے سرزد علانیہ طالب امداد ہوتے ہیں اور مناظرہ بند کر کے یہ شور مچاد یتے ہیں کہ اب کی مرتبہ تو مزہ چکھا دیتے لیکن افسوس کہ حکام نے مداخلت کردی اور پھر معین وقت معین پر بمقام مناظرہ کسی نعتیہ پر دو کو کھڑا کر دیتے ہیں اور وہ ہل من مبارز، ہل من مبارز کے چند بار نعرے لگا کر اپنی جھوٹی فتح کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور یہ اس بزدل وکیاد جماعت کی عام عادت ہے۔

چنانچہ خیال کیا گیا کہ شاید یہاں بھی یہ عیار شاطر یہی کھیل کھیلیں۔ اسلئے حضرات علماء اہل سنت نے بھی نہایت خاموش تدبیر سے کام لیا۔ اور یہ طے کر لیا گیا کہ اگر یہ لوگ وقت مقررہ پر میدان مناظرہ میں کوئی جلسہ کریں تو وہیں پکڑ پچھاڑا مارا جائے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا سچا ارشاد ہے

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ مومن کی فراست سے بچو وہ اپنے نور ایمان سے حقائق کا پتہ لگا لیتا ہے

اللہ کی شان دیکھئے کہ بالکل یہی نقشہ ہوا۔ رضاخانی ظلمت پسندوں نے رات کی اندھیری میں مقام مناظرہ میں پنڈال بنایا اور منصوبہ گانٹھا گیا کہ صبح کو مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی پورے ساز و سامان اور کر و فر کے ساتھ یہاں آئیں اور اپنے مجمع میں اعلان کریں کہ دیکھو شتن بھائیو! میں مناظرہ کیلئے حاضر ہوں، مگر میرا کوئی حریف نہیں آیا۔ اور بس فتح کا نقارہ بجا دیا جائے اور مولوی سید محمد صاحب کو دولہا بنا کر جلوس نکالا جائے اور بس اسطرح بھولے مسلمانوں کو الو بنا لیا جائے۔

حذا حذا کر کے صبح ہوئی اور جب کچھ دن چڑھا تو مولوی سید محمد صاحب ایک جلوس کیساتھ میدان مناظرہ کیطرف (دولہے لڑنے کیلئے) روانہ ہوئے، ادھر سائیکل سوار مخبر نے علماء اہل سنت کو اطلاع دی اور ادھر سے یہ حضرات تیزی کیساتھ اسطرف روانہ ہوئے حسن اتفاق دیکھئے کہ جسوقت رضاخانیوں کے مناظر مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی اس نمائشی مناظرہ میں بصد شان وشکوہ کتابوں کے گٹھر اور سہروں کی ڈالیوں کیساتھ جلوہ افروز ہو رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت فاتح بریلی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی حضرت مولانا ابوالوفا صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میدان مناظرہ میں جا نازل ہوئے؛

حقیقت یہ ہے کہ یہ منظر رضاخانیوں کیلئے عجیب قیامت خیز منظر تھا، قصر رضاخانیت کی دیواریں

ہل گئیں - مبتدعین کے تمام بنے بنائے منصوبوں پر چشم زدن میں پانی پھر گیا اور وہ بوکھلا کر "الدد یاپوچھیں" کا وظیفہ دہرانے لگے - مبارک پور کی رضا خانی جماعت کے صدر محمد امین صاحب نے پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں حکام ضلع کو ٹیلیگراف کیا کہ مولوی شکر اللہ صاحب ہمارے جلسہ میں آگئے - حالانکہ حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مدظلہ ابتدا ہی سے اس مناظرہ سے الگ تھلگ رہے اور اسی بے تعلقی کے باعث آپ میدان مناظرہ میں بھی نہ پہنچ سکے - مگر مبتدعین پر کچھ اسقدر بدحواسی کا عالم چھایا ہوا تھا کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پہنچتے ہی مولوی سید محمد صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا - کہ آپ کی تشریف آوری اور ہم لوگوں کی حاضری ایک طے شدہ مناظرہ کے سلسلہ میں ہوئی تھی لیکن وہ جس طرح ملتوی ہوا یا کرایا گیا آپ کے علم میں بھی ہے - لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہاں کی پبلک سے قطع نظر ہم اور آپ شرائط مناظرہ جانبین کے حفظ امن کی ذمہ داری سب کے ساتھ طے کر لیں اور مقامی حکام کو کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہ رہے اور باطمینان مناظرہ ہو سکے تاکہ نزاعی مسائل کسی حد تک سلجھ سکیں اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچ جائے -

مولوی سید محمد صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا چونکہ میں اس قسم کی گفتگو زبانی نہیں کرنا چاہتا - لہٰذا آپ کو جو بات کرنی ہو بذریعہ تحریر کیجئے - میں جواب دونگا -

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فوراً اسی مضمون کی ایک تحریر دیدی مگر ۴۵ منٹ تک باوجود شدید انتظار کے مولوی سید محمد صاحب نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا - حتیٰ کہ رضا خانیت کے صدر جانبین کے حفظ امن کے سابق ذمہ دار محمد امین صاحب نائب انسپکٹر کو پولیس کی ایک جمعیت کو ساتھ لیکر میدان مناظرہ میں آپہنچے - صاحب موصوف نے آتے ہی یہ حکم نافذ کیا کہ جانبین سے کسی قسم کی کوئی گفتگو تحریری یا تقریری نہیں کی جا سکتی -

مولوی سید محمد صاحب جواب تک کسی انتظار میں خاموشی کی تصویر بنے بیٹھے تھے اب اسطرح گویا ہوئے - ہم تو فقط جلسہ کرنیکی غرض سے یہاں آئے تھے مگر ان حضرات نے ہمارے مجمع میں آکر ہم کو مناظرہ کیلئے تحریری چیلنج دیدیا - دراصل ہم مناظرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ صرف اپنا جلسہ کرنا چاہتے ہیں، سبحان اللہ کہاں تو اشتہاری مناظرہ کا وہ پُرجوش مظاہرہ کہ میدان مناظرہ میں کتابوں کا انبار لگا دیا اور کہاں یہ طرز گفتگو کہ ہم مناظرہ نہیں کر

جو سچ ہے۔ سچ ہے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

بہر حال اللہ دیا پولیس!، الغیاث یا انسپکٹر کا وظیفہ کس قدر کامیاب ہوا اور نہ معلوم مولوی سید محمد صاحب کے دل سے سب انسپکٹر صاحب کو کتنی دعائیں دیں۔ اور نائب انسپکٹر صاحب کی اجازت سے اُن کے زیر سایہ آپنے تقریر شروع کی، مناظرِ اہل سنت مع اپنی پوری جماعت کے وہاں تشریف فرما رہے، اور اعلان کر دیا کہ ہم خاموشی اور امن و امان کے ساتھ تقریر سنیں گے اور اگر کوئی بات غلط بیان کیجائے گی تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے بعد میں سنجیدگی کے ساتھ اُسکی تردید کریں گے۔

مولوی سید محمد صاحب نے دل تھام کے تقریر شروع کی۔ اور تقریر میں اگرچہ زیادہ اشتعال انگیزی نہ تھی اور کسی کا نام بھی نہ لیا تھا، مگر پھر بھی آپ نے بہت سی غلط اور بے سروپا باتیں بیان کیں، جب آپنے تقریر ختم فرمائی تو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سید محمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

جناب نے اپنی اس تقریر میں بہت سی چیزیں مذہب اہل سنت کے خلاف بیان کی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں اُن پر روشنی ڈالوں اور اُمید کرتا ہوں کہ جس طرح ہم اتنی دیر بالکل خاموشی سے سنتے رہے اسی طرح آپ بھی خاموشی سے میری تقریر سنیں گے اور ٹھنڈے دل سے اُس پر غور فرمائینگے

حضرت مولانا کے یہ الفاظ ابھی ختم ہونے بھی نہ پائے تھے کہ مولوی سید محمد صاحب اپنے حواریوں کو لیکر چلنے لگے اور بس چلتے بنے۔ اُس وقت کی اُنکی سراسیمگی اور بدحواسی عجیب عبرت انگیز اور ساتھ ہی مضحکہ خیز تھی۔ اور بالکل وہی منظر تھا جسکا نقشہ قرآن پاک کی اس آیت میں کھینچا گیا ہے

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ط ۔ گویا کہ وہ گدھے ہیں کہ ہوئے جو شیر کو دیکھکر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں

حضرت مولانا نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اسوقت اسقدر بدحواس بھاگتے ہیں تو اعلان فرمایا کہ اچھا اگر اسوقت آپ تیار نہیں تو میں آپ کو رات کیلئے دعوت دیتا ہوں مدرسہ احیاء العلوم میں شب کو بعد نماز عشاء میں تقریر کروں گا اور آپ کی اسوقت کی تقریر کی سنگین غلطیاں بیان کرونگا آپ وہاں تشریف لائیے، ہم آپکو عزت سے بٹھائیں گے اور اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو جوابی تقریر کا بھی موقع دیا جائیگا۔

مگر اُنکو انجام کا اندازہ تھا اسلئے وہ نہ آئے۔ حضرت مولانا نے اپنے اعلان کے مطابق اس موضوع پر ایک بسیط تقریر

فرمائی جس نے بہت سے ناآشنایانِ حقیقت کی آنکھیں کھول دیں اور عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مولوی سید محمد صاحب کے عقائد و خیالات قرآن و حدیث اور مسلک اہل سنت سے کس قدر دور ہیں۔ اور اس روز رات میں بہت سے دام افتادہ رضاخانیت سے ہمیشہ کیلئے تائب ہو کر راہ راست پر آ گئے۔

اس تمام کارروائی نے حقیقت یہ ہے کہ مبارکپور میں رضاخانیت کی کمر توڑ دی۔ اور رضاخانی مجلسوں میں صف ماتم بچھا دی۔ اور کم از کم مبارکپور کے رضاخانیوں نے بھی یہ تو ضرور سمجھ لیا کہ مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی جو اپنے دن سینہ تان تان کر مناظرہ کی ڈینگیں مارا کرتے تھے اس میدان کے مرد نہیں اور وہ صرف اُن کے دکھانے کے دانت تھے۔ اسلئے اب انکو چھوڑ کر مولوی حشمت علی صاحب کیطرف صرف جست کیگئی۔ اور سمجھا گیا کہ بس اب وہی ہماری ڈوبی ہوئی لٹیا کو اچھالیں گے۔

ہم بھی منتظر تھے کہ رضاخانیت کے یہ نقیب اعظم دیکھئے یہاں آ کر کیا گل کھلاتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن آپ بڑے زور و شور کے ساتھ تشریف لے ہی آئے۔ آپ کی تقریر کا اعلان ہوا۔ اگر آپ کے دو شکوفے کہ شاید وہ شرک و بدعت و خلاف سنت ہ ... کو بھی تو سمجھ ... ہیں۔ آپکے بیان فرمایا کہ:-

(۱) ہم خدا کی بندگی کیلئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

(۲) جو رسول کا بندہ نہیں وہ شیطان کا بندہ ہے۔

(۳) اگر خدا کے بندے ہو گے تو دوزخ کا کھٹکا رہیگا کیونکہ اُس کے پاس دوزخ جنت دونوں ہیں۔ اور اگر صرف رسول اللہ صلعم کے بندے ہو گے تو دوزخ کا کھٹکا نہیں کیونکہ اُن کے پاس صرف جنت ہے۔

(۴) ابوجہل اور ابولہب خدا کے بندے بنے گر دوزخ میں گئے اور ابوبکر و عمر رسول کے بندے بنے اسلئے جنت میں گئے۔

(۵) نماز اسطرح پڑھو کہ منہ ہو قبلہ کیطرف اور دل جھکا ہو مدینہ کیطرف اور از اول تا آخر نماز میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تصور ہو۔

اس خالص شرکانہ تقریر کا یہ اثر ہوا کہ خود رضاخانی جماعت کے بعض افراد لاحول پڑھکر اُٹھ کھڑے

گئے اور خود ان میں بھی بندگانِ خدا اور بندگانِ رسول کی تفریق شروع ہوگئی۔ ادھر حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت حضرت مولانا شکراللہ صاحب کی تحریر و تقریر نے اس مشرکانہ عقیدے کی دھجیاں اڑا دیں اور عام لوگوں کو رضاخانیت کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

بالآخر رضاخانیوں نے جب اس میدان میں بھی منہ کی کھائی اور مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر کا خود عوام مبتدعین پر یہ اثر پڑا تو آپ نے اپنی عادتِ مستمرہ کے مطابق اپنی خصوصی مجالس میں اپنے ہمنوا خواہ مفسدہ پردازوں کو فتنہ و فساد کی تلقین کی جیسا کہ اسکے قبل بارہا اورئی (ضلع اعظم گڈھ) اور نگوں وغیرہ وغیرہ میں آپ یہ سبق پڑھاکر مسلمانوں میں سرپھٹول کرا چکے ہیں۔ چنانچہ آپکی روانگی کے چند ہی روز بعد ان مفسدہ پردازوں کی ایک جماعت نے غیر معمولی فتنہ و فساد کا مظاہرہ کیا۔ اور معاملہ عدالتی کارروائی تک پہنچا، مگر حاکم پرگنہ جناب ڈپٹی غضنفر علی صاحب اور چند بہی خواہ مسلمانوں کے حسنِ خلوص سے یہ معاملہ درہم برہم ہوگیا اور جانبین نے عدالت میں اس قسم کا دستخطی صلحنامہ پیش کر دیا کہ آئندہ ہم کبھی ایک دوسرے کے خلاف کوئی ایسی تقریر نہ کریں گے جو باہمی منافرت کا باعث ہو۔ چنانچہ اس صلحنامہ پر کامل سکون کے ساتھ ایک سال تک برابر عمل ہوتا رہا (اور وقتی مصالح کا اقتضا بھی یہی ہے۔ ملکی حالات کا مطالعہ کرنیوالے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دورِ پرآشوب میں مسلمانوں کو یکجہتی اور اتحاد و اتفاق کی کتنی ضرورت ہے) لیکن جیسا کہ عامۃ المسلمین کو معلوم ہے کہ خاموشی اور سکوت رضاخانی جماعت کیلئے دراصل موت کا پیغام ہے اسلئے مجبوراً اس نے اس خوابیدہ فتنہ کو جگانے کی پھر کوشش کی۔

چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر مدرسہ مصباح العلوم (مبارک پور) کے صدر مدرس مولوی عبدالعزیز صاحب مراد آبادی نے حال ہی میں ایک کتاب مسمی "المصباح الجدید" شائع کی جسمیں نعوذ باللہ علمائے اہل سنت حضراتِ اکابرِ دیوبند پر نہایت ناپاک و شرمناک بہتان طرازی کیگئی ہے اور قریب قریب تمام انہیں عنوانات کے اعادہ کی بیجا کوشش کی گئی ہے جو اس طبقہ کے مجددِ اعظم مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کیلئے پہلے سے مقرر ہو چکی تھیں، پوری کتاب میں مرثیۂ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (مصنفہ حضرت شیخ الہندؒ) و عباراتِ حفظ الایمان و فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ وغیرہ سے پورے تیس حوالے نقل کئے گئے ہیں

اور اُن کے غلط مطالب اپنے ذہن سے تراش کر انتہائی بیباکی سے انہیں خود تراشیدہ مضامین کو علمائے دیوبند کا عقیدہ قرار دیا گیا ہے۔

مراد آباد کے دورانِ قیام میں مجھے میرے ایک عزیز نے اطلاع دی۔ اور "المصباح الجدید" بھی بھیجدی۔ ساتھ ہی ساتھ کہہ بھیجا کہ مولوی عبدالعزیز صاحب کو اپنی ان مجرمانہ خیانتوں کی لاجوابی پر بہت ناز ہے۔ اور متبعین اس گندگی کو اُچھالنے میں انتہائی سرگرمی سے کام لے رہے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ اسکا جواب لکھدیں تو بہت بہتر ہو تاکہ سادہ لوح مسلمان "المصباح" کی مغالطہ اندازیوں سے بچ جائیں

اگرچہ المصباح الجدید کی "علمی تحقیقات" اور اُسکے "قابل و فاضل" جدید مصنف کی "دماغی و ذہنی کاوشیں" اسکی مقتضی نہیں کہ اس قابلِ رحم مصنف کو چند دعائیہ جملے لکھکر اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن عام مسلمانوں کو ان دشمنانِ صداقت کی ابلہ فریبیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے میں نے ضروری سمجھا کہ "المصباح الجدید" کا جواب لکھکر اسکے جدید مصنف کی ان تمام بددیانتیوں کو بے نقاب کر دوں جو اس باطل پرست جماعت کا طغرائے امتیاز ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس جماعت کے وہ گھنونے اور نجس خیالات وعقائد بھی پیش کر دوں جو ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ میری یہ کتاب دو بابوں پر منقسم ہوگی۔ باب اول میں ان تیس اعتراضات کے مفصل و مدلل نمبروار جوابات ہونگے جو المصباح الجدید میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور باب دوم میں رضاخانیوں کے وہ عقائد باطلہ ہم پیش کریں گے جو اُن کے گندے لٹریچر میں موجود ہیں۔

برادرانِ اسلام سے گزارش ہے کہ وہ نہایت عدل وانصاف کے ساتھ تعصب اور ہٹ دھرمی سے الگ ہوکر ان اوراق کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُن پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ علمائے دیوبند کے عقائد بالکل وہی ہیں جو تمام اسلاف اہلسنت کے تھے اور اُن کی عبارات ان ناپاک بہتانات سے بالکل پاک ہیں جو حامیانِ باطل اُنکی جانب منسوب کرتے ہیں۔ البتہ باب دوم کو دیکھکر ناظرینِ کرام خود فیصلہ فرمالیں گے کہ عشقِ رسالت کے جھوٹے مدعی، قبروں پر جھکنے والے، قوالیوں اور عرسوں میں ناچنے والے ڈھولک اور طبلے پر تھرکنے والے اور ہاں اپنے آپ کو بندگانِ خدا کے بجائے عباد الرسول کہنے والے کن ناپاک گھنونے اور باطل عقائد کے حامل ہیں۔ واللہ ولی التوفیق وھو المولیٰ ونعم النصیر۔

باب اوّل

در جواب اعتراضات رسالہ "المصباح الجدید"

نمبر ۱۔ معترض صاحب کا پہلا اعتراض شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل شعر پر ہے جو حضرت مرحوم نے اپنے مرشد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرثیہ میں کہا ہے ؎

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے　　مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اسپر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس میں حضرت مولانا گنگوہی کو مربی خلائق کہا گیا ہے جو رب العلمین کے ہم معنی ہے!

پرائمری اسکولوں کے چھوٹے چھوٹے بچے معترض صاحب کی اس اُردو دانی کی داد دیں، آپ کے نزدیک مربی خلائق "رب العالمین" کے ہم معنی ہے، اور کسی کو مربی کہنا گویا اسکی خدائی کا اقرار کرنا ہے، معترض صاحب اگر درحقیقت آپنے اپنی قابلیت سے یہی سمجھا ہے تو اُردو اسکول کے کسی بچے سے دریافت کیجئے وہ آپکو بتلائیگا کہ اُردو محاورات میں مُربی کن کن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور اگر دریافت کرنے سے عار ہو تو ہم ایک اُردو لغت کا پتہ بتائے دیتے ہیں، دیکھئے نور اللغات جلد ۴ صفحہ ۱۵۵ جسمیں مرقوم ہے کہ مربی سرپرست کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی تو سوچا ہوتا کہ مربی تربیت سے، اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اُردو میں ماں باپ کی سرپرستی اتالیق یا شیخ کی تعلیم و تادیب کو عام طور پر تربیت کہا جاتا ہے قرآن مجید میں بھی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا　　اے انسان اپنے والدین کے حق میں خدا سے دعا کر اے پروردگار تو

رَبَّيَانِي صَغِيرًا　　انپر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری "تربیت" کی جبکہ میں چھوٹا تھا

رضاخانی ملت کے نئے مفتی مولوی عبدالعزیز صاحب انگائیں قرآنِ عزیز پر بھی .... فتویٰ

کیونکہ اس آیت میں والدین کو اولاد کا مربی کہا گیا ہے۔ اور آپ کے نزدیک مربی، بالکل رب الناس کے ہم معنی ہے سہ

گر یہی تفسیری حضرت والا ہو گی تو والد بھی رب تو بالا ہو گی

افسوس! رضاخانیوں کے اس فاضل کو اُردو محاورات بھی بتانے کی ہم کو ضرورت پڑتی ہے۔ غور تو کیجئے مولانا مرحوم کے مذکورہ بالا شعر کا مطلب بالکل صاف یہ تھا کہ مولانا گنگوہیؒ مخلوق کے روحانی سرپرست اور ان کے لئے دینی نگراں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تعلیم و تربیت سے بہت سے بدعتیوں کو سنی، مشرکوں کو موحد، قبر پرستوں کو خدا پرست بنا دیا۔ اور جو لوگ کہ مخلوق کے آستانوں پر جبہ سائی کر رہے تھے ان کو وہاں سے اٹھا کر رب کعبہ کی بارگاہ جلال میں جھکا دیا۔ لیکن یہ سیدھا اور صاف مطلب مولوی صاحب کی سمجھ میں نہ آیا۔ اور غضب یہ کہ اس شعر میں مولانا نے حضرت گنگوہیؒ کو "شیخ ربانی" لکھا ہے۔ جس کے معنی "اللہ والے اور اللہ کے بندے" کے ہیں۔ مگر اس کے باوجود معترض صاحب کو یہ لکھتے ہوئے شرم نہ آئی کہ اس شعر میں مولانا رشید احمد صاحب کو "رب العالمین" کہا گیا ہے۔

نمبر ۲:۔ دوسرا اعتراض اسی مرثیہ مذکورہ کے اس شعر پر ہے سہ

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

اعتراض یہ ہے کہ اس میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بڑھایا گیا ہے!

ہم پھر افسوس کیساتھ عرض کرتے ہیں کہ جو شخص اُردو محاورات اور ادبی تشبیہات سے اسقدر نابلد ہو اسکو تصنیف کے میدان میں قدم رکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ جس شخص کو اُردو زبان یا عربی ادب سے کچھ بھی واقفیت ہو وہ جانتا ہے کہ موت و حیات اور مرنے اور جینے کا استعمال ہدایت، گمراہی اور ترقی و پستی کیلئے بھی ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (بھلا وہ شخص جو مردہ تھا پس ہم نے اسکو زندہ کر دیا) آخر

دوسری آیت میں ہے۔

لیھلك من ھلك عن بینة ویحییٰ من حیّ عن بینة تاکہ جو ہلاک ہونا ہو دلیل سے ہلاک ہو اور زندہ رہے جو دلیل سے زندہ رہے

ان دونوں آیتوں میں موت و حیات اور ہلاکت و زندگی سے ہدایت و گمراہی مراد ہے۔
اردو محاورات میں بھی بولا جاتا ہے کہ فلاں قوم زندہ ہے اور فلاں قوم مردہ ہوگئی اور اسکا مطلب یہی ہوتا ہے کہ فلاں قوم اچھی حالت میں ہے اور فلاں قوم خراب حالت میں۔
مرثیہ کے اس شعر میں بھی موت و زندگی سے یہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ مولانا گنگوہی نے بہت سے ان گمراہوں کو جو اپنی روحانی زندگی برباد کر چکے تھے ہدایت یاب کر دیا اور جو لوگ ہدایت یافتہ تھے ان کو گمراہی کی موت سے بچالیا۔ دوسرے مصرعہ میں اسکی تمنا کی گئی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم جو احیاء موتیٰ کا معجزہ لیکر تشریف لائے تھے کاش وہ سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ولی امتی اور آپکے غلام غلاماں کے اس فیض کو ملاحظہ فرمائیں اور خوش ہوں۔
ناظرین غور فرمائیں کہ اس سے کسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ مولانا مرحوم کی مساوات یا انپر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ آؤ اب ہم ایک ایسا شعر تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں جسمیں رضاخانی امت کے ایک فرزند نے اپنے بانی مذہب خانصاحب بریلوی کو صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھایا ہے۔ ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۵ سے

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ ہے زندہ کر رہا مردے غلام احمد رضا خاں کا

اس شعر کا صاف مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل سے تو صرف بیمار ہی شفا پاتے تھے اور ہمارے اعلیٰحضرت کی رفتار اور ان کے قدموں کی ٹھوکروں سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔
فرمائیے! مصباح جدید کے مصنف و مؤلف جناب مولوی عبدالعزیز صاحب اس رضاخانی بھائی کے متعلق کیا ارشاد ہے اور پھر جن لوگوں نے اسکو چھاپکر شائع کیا ان سب کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ اور بقول آپ کے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپکے اعلیٰحضرت کی فضیلت ثابت کرنیکی وجہ سے یہ سب مادح الطابع و ناشر وغیرہ وغیرہ آپکے کفر پر مہر نہیں ہو سکتے ہیں سے

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

نمبر ۳۔ تیسرا اعتراض مولانا کے اسی مرثیہ کے اس شعر پر ہے۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں ۔۔۔ عبید سود کا اُن کے لقب ہے یوسفِ ثانی

معترض صاحب اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خداوند تعالیٰ کے اعلیٰ درجے کے بندے حسین وجمیل یوسف علیہ السلام ہیں گر مولوی رشید احمد صاحب کے کالے کالے بندے ہی یوسف ثانی بنا دیئے!"

ہم حیران ہیں کہ معترض صاحب کی قابلیت و دیانت کے متعلق کیا رائے قائم کریں کیا ان بچارے کو یہ معلوم نہیں کہ عبید عبد یعنی غلام کی جمع ہے۔ اور کیا اس مسکین کو یہ بھی خبر نہیں کہ اُردو محاورات میں یوسفِ ثانی کے معنی صرف حسین وجمیل کے ہیں اشعار اُردو کے سینکڑوں اشعار اس قسم کے پیش کئے جا سکتے ہیں جنہیں وہ یوسفِ ثانی بولکر حسین وجمیل مراد لیتے ہیں۔ یہاں ہم صرف ایک شعر محبتہ لکھنوی کا لکھتے ہیں ؎

کشورِ حسن میں رتبہ ہے جہانی تیرا ۔۔۔ نام مشہور ہوا یوسفِ ثانی تیرا

بہرحال اُردو محاورات میں یوسف ثانی کے معنی حسین وجمیل کے آتے ہیں اور یہی مرثیہ کے اس شعر میں مُراد ہیں اور مطلب حضرت شیخ الہند کا اس شعر سے یہ ہے کہ مولانا گنگوہیؒ کے خدام چونکہ مولانا کے فیض تربیت سے بہرہ یاب ہو کر واصل الی اللہ اور عارف باللہ ہو گئے تھے اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اسلئے باوجودیکہ اُن میں سے بعض کا رنگ بلالی تھا لیکن پھر بھی ذکرِ الٰہی کی برکت سے اُن کے چہرے چمکتے تھے اور وہ نورانی آنکھیں رکھنے والوں کو حسین وجمیل نظر آتے تھے یہانتک کہ اُن کو اس حسن وجمال کی وجہ سے یوسفِ ثانی کہدیا جاتا تھا۔

بہرحال ایک اُردو داں کیلئے مولانا کے اس شعر کا مطلب تو بالکل صاف ہے اور اسمیں ہرگز مولانا گنگوہی یا آپکے خدام کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم مرتبہ نہیں بتلایا گیا لیکن مصباح جدید کے مصنف جدید اپنے اس مذہبی برادر کے متعلق کیا فرمائیں گے جو آپکے امیر ملت پیر جماعت علی شاہ کے متعلق کہتا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ انوار الصوفیہ بابتہ اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۹۱ ؎

بظاہر مرقع بباطن تجلّی ۔۔۔ تو ہم نگہ معرفت خدا بن کر آیا

خدا تجھ میں دیکھا تجھے میں ملا ۔۔۔ تو آئینہ ہر ضیا بن کر آیا

"قلم اُٹھائیے اور ایسے بدلگاموں کے منہ میں پہلے کفر کی لگام دیجئے۔"

نمبر ۵ - چوتھا اعتراض اس شعر پر ہے ۔

زبان پر اہل اہواء کی ہے کیوں اعل ہبل شاید ✱ اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

معترض صاحب نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے تو ساری قابلیت ہی ختم کر دی آپ کا اعتراض یہ ہے کہ اس شعر میں مولانا گنگوہی کو خدا کا ثانی کہا گیا ہے (جل جلالہٗ)

رضاخانیو! اپنے اس نئے مصنف کو ذرا داد تو دو۔ واللہ کیا انوکھی بات پیدا کی ہے بریلی والے خانصاحب بھی قبر میں پھڑک گئے ہونگے غور تو کیجئے دوسرا مصرعہ شعر کا یہ تھا۔ "اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی" اس کا مطلب رضاخانیوں کے اس فاضل اجل نے یہ لیا کہ خدا کا ثانی عالم سے اٹھ گیا معلوم ہوتا ہے کہ رضاخانی مذہب میں خدا بھی عالم سے اٹھ جاتا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔

ایک معمولی اردو داں بھی جانتا ہے کہ اردو محاورات میں بانی اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے اگرچہ اس لفظ کے اصلی اور حقیقی معنی کے لحاظ سے اس کا اطلاق حق تعالیٰ پر ہونا چاہئے لیکن اردو محاورہ میں بطور مجاز کے یہ اطلاق شائع ذائع ہے اور برابر اردو نظم و نثر میں آنحضرت صلعم کو بانی اسلام لکھا جاتا ہے جس کے صدہا شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں مگر معترض صاحب اس محاورہ سے بالکل ناواقف ہیں یا محض اعتراض کو سنگین کرنے کے لئے ناواقف بن رہے ہیں

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ✱ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

بہرحال یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شعر میں بانی اسلام سے رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس مراد ہے اور لفظ ثانی بھی اس شعر میں مماثل اور مانند کے معنی میں مستعمل نہیں۔ بلکہ یہاں "دوم" اور "دوسرے" کے معنی میں مستعمل ہے، اور یہی اسکے اصلی معنی ہیں اور اردو محاورات میں بھی لفظ ثانی کا استعمال اس معنی میں ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو نور اللغات جلد دوم صفحہ ۲۹۵ محسن کہتا ہے ع "جس کا اول نہیں اسکا ثانی" اس مصرعہ میں ثانی بمعنی دوم ہی مستعمل ہے ۔

مرثیہ کے اس شعر میں مولانا مرحوم نے عہد نبوت کے ایک خاص واقعہ کیطرف اشارہ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ احد میں جب بعض مسلمانوں کی ایک کوتاہی کیوجہ سے لشکر اسلام کو شکست ہوگئی تو شیطان نے کفار کے لشکر کو خوش کرنے کیلئے ایک نعرہ لگایا "الا ان محمداً قد قتل" خبردار ہو جاؤ کہ محمد قتل کر دیئے گئے ۔ رضاخانی بن

ابوسفیان جو اس وقت لشکر کفار کا سردار تھا اس نے اس خبر کو سنکر نعرہ لگایا "اعل ھبل اعل ھبل" سمجھو
معبود ھبل کا نام اونچا ہو، ہمارے بت ھبل کا نام اونچا ہو۔

مولانا شیخ الہند نے اپنے اس شعر میں اس تمثیل کو یاد کرنا چاہا ہے۔ کہ

"اہل باطل کی طرف سے جس طرح اعل ھبل کے نعرے اس وقت لگے تھے جب شیطان نے بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ ناپاک خبر اڑائی تھی، اسی طرح آج ان ہبل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں وغیرہ کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کا کوئی اور واقعہ پیش آگیا اور کوئی حامی سنت ماحی بدعت شاید اس عالم سے اٹھ گیا کہ یہ باطل پرست اسی کی وفات کی خوشی میں شیطانی نعرے لگا رہے ہیں۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس خاص معاملہ میں پہلے تھے اور حضرت مولانا گنگوہی دوسرے ہوئے، بہرحال مولانا کے اس شعر کا مطلب بس یہی ہے اور اسکی نظیر غالب کا یہ شعر ہے۔ ؎

دی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی ۔۔۔ میرزا یوسف ہے غالب یوسف ثانی مجھے

اس شعر میں بھی ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالدیا تھا جسکے بعد زندگی کی کوئی امید نہیں کیجا سکتی تھی لیکن حق تعالیٰ نے ایسے اسباب مہیا فرمادیئے کہ آپ صحیح و سالم رہے اور مدت دراز کے بعد شفیق والدین اور بھائیوں سے ملنا بھی نصیب ہوگیا۔ اسی طرح میرزا غالب کو بھی اپنے بھائی میرزا یوسف کی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی۔ لیکن خدا نے پھر ان کو زندگی دیدی۔ مذکورہ بالا شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور غالب کے اس شعر کا یہی مطلب ہے کہ حق تعالیٰ نے ہماری مایوسیوں کے بعد از سر نو ہمارے بھائی یوسف کو زندگی عطا فرمائی۔ اس لحاظ سے میرا بھائی یوسف دوسرا یوسف ہے جس کو مایوسی کے بعد زندگی ملی۔ — مگر جس طرح اس شعر میں ایک خاص معنی کے لحاظ سے میرزا یوسف کو یوسف ثانی یعنی دوسرا یوسف کہا گیا ہے اسی طرح حضرت شیخ الہند نے ایک خاص معاملہ میں مولانا گنگوہی کو بانی اسلام کا ثانی یعنی دوسرا کہا ہے۔ اب صرف یہ سوال رہجاتا ہے کہ اس معنی کے اعتبار سے کسی امتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔ تو واضح ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے امتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہنا، بلکہ

آنحضرت صلعم کو کسی ہستی کا ثانی کہنا بھی جائز ہے کیونکہ اس ثانویت میں مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض صرف عددی نمبر کا لحاظ ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلعم کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ثانی کہا گیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار

(جبکہ آپ کو رسول اللہ صلعم کو کفار نے نکالا وطن سے جبکہ آپ دو کے دوسرے تھے (یعنی صدیق اکبر دوسرے آپ) جب وہ دونوں غار میں تھے)

اور اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر صحابی حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شعر میں صدیق اکبرؓ کو حضورؐ کا ثانی بھی کہا ہے۔

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد — طاف العدو به إذ صاعد الجبلا

علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب حضرت حسانؓ سے یہ شعر سنا تو آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا۔ "صدقت یا حسان هو كما قلت" حسان تم نے بالکل ٹھیک کہا اور حقیقت ابوبکرؓ ایسے ہی ہیں۔ نیز حضرت حسان ہی کا ایک دوسرا شعر ہے اس میں بھی آپ نے صدیق اکبرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا ہے ۔

والثاني التالي المحمود مشهده — وأول الناس منهم صدق الرسلا

اور امام فخر الدین رازیؒ رحمۃ اللہ علیہ سورۂ توبہ کی مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

دلت هذه الآية على فضل أبي بكر رضي الله عنه من وجوه ...... أنه سبحانه تعالى سماه ثاني اثنين فجعل ثاني محمد عليه السلام حال كونه في الغار والعلماء أثبتوا أنه رضي الله عنه كان ثاني محمد صلى الله عليه وسلم في أكثر المناصب الدينية (تفسیر کبیر صفحہ ۲۳)

(یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر چند وجوہ دلالت کرتی ہے ...... ان میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں ابوبکر کو ثانی اثنین کہا ہے۔ پس بحالت رفاقت غار آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا ہے اور علماء کرام نے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دینی مراتب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے۔)

بہر حال قرآن مجید کی آیت اور حضرت حسانؓ کے اشعار اور رسول اللہ صلعم کی تصدیق اور بجو امام فخر الدین رازیؒ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ "ثانی" کے اس معنی کے لحاظ سے حضور کے ایک امتی کو بھی آپکا ثانی کہا جاسکتا ہے، اور کہا گیا ہے، اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس معنی میں چونکہ مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا اسلئے افضل کو مفضول کا اور مفضول کو افضل کا ثانی کہہ سکتے ہیں ۔ جیسے کہ یوں کہا جائے کہ ...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں قاب قوسین کے مرتبہ پر پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا بس ایک آپ دوسرا حق تعالیٰ - یا اس برعکس یوں کہا جائے کہ ..... ایک بس اللہ تھا اور دوسرا آسکا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسی معنی کے لحاظ سے قرآن مجید میں حق تعالیٰ کو رابع اور سادس یعنی چوتھا اور چھٹا بھی کہا گیا ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمان کی ساری مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا کائنات کا علم ہو جہاں بھی تین شخص سرگوشی کرتے ہیں وہاں چوتھا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ الخ ۔ خدا ہوتا ہے ۔ اور جہاں پانچ شخص ملکر کھسر پھسر کرتے ہیں وہاں چھٹا خدا ہوتا ہے

ملاحظہ فرمایئے! ان آیات میں حق تعالیٰ کو رابع، سادس وغیرہ کہا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جب یہ الفاظ ثانی، ثالث، رابع، خامس وغیرہ عددی نمبر کیلئے مستعمل ہوں تو ان میں مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا ۔ پس مولانا شیخ الہند رحمہ نے اپنے شعر میں چونکہ ثانی عدد کے اعتبار سے استعمال کیا ہے اور اس کے معنی دوم اور دوسرے کے ہیں ۔ لہٰذا اس سے مرتبہ کی برابری یا کمی بیشی لازم نہیں آتی ۔

اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ اس شعر میں لفظ ثانی تمثیل ہی کیلئے استعمال کیا گیا ہے جب بھی اعتراض نہیں پڑ سکتا کیونکہ تشبیہ آپکے مرتبہ اور منصب میں نہوگی ۔ بلکہ اس خاص حیثیت سے تشبیہ مراد ہوگی کہ جسطرح شیطان کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سنکر مشرکین عرب نے خوشی کے نعرے لگائے تھے ۔ اسی طرح مولانا گنگوہیؒ کی وفات پر مبتدعین و مشرکین ہند نے خوشیاں منائیں اور مسرت کے ترانے گائے اور اس قسم کی جزئی تشبیہ خود کلام الٰہی میں موجود ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں ایک بشر ہوں مثل تمہارے

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

اِنّی انسیٰ کما تنسون (اوکما قال) مجھ کو بھی بھول ہوتی ہے جیسے کہ تم کو بھول ہوتی ہے

نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنّی اوعک کما یوعک رجلان منکم (اوکما قال) مجھ کو اتنا بخار چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو

غرض اس قسم کی جزئی تشبیہات قرآن شریف اور احادیث مقدسہ میں بکثرت موجود ہیں پس اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے شعر میں لفظ ثانی تثلیث کیلئے ہے جب بھی چونکہ یہ تشبیہ جزئی اور ایک خاص حیثیت سے ہوگی اسلئے اس پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔

لیکن ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے آپکے بھائی بندوں نے تو آپ کے بانی مذہب مولوی احمد رضا خانصاحب کی تعظیم کو بعینہٖ رسول اللہ صلعم کی تعظیم اور اُن کی قبر کی چادر کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۲۴،۲۵ ؎

تیری تعظیم ہے سرکار عرب کی تعظیم تو ہے اللہ کا اللہ تعالیٰ تیرا
نائبیت یہ چاہتی ہے کہوں سیّد دو سرا کی چادر ہے

کہئے ان گستاخوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو تشبیہ ہی نہیں دے رہے ہیں بلکہ مولوی احمد رضا خانصاحب کی تعظیم کو عین تعظیم حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی [illegible] چادر کو نعوذ باللہ بعینہٖ رسول اللہ صلعم کی ردائے مبارک (چادر) بتلا رہے ہیں۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

نمبر ۵ پانچواں اعتراض معترض صاحب کا اس شعر پر ہے۔ ؎

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوق عرفانی

معترض صاحب کی سمجھ میں یہ آیا کہ کعبہ میں پہنچکر گنگوہ کا رستہ کیوں پوچھا جا سکتا ہے۔ ہم اگر سمجھائیں تو شاید آپ نہ سمجھ سکیں اسلئے ہم عالم ارواح سے آپکے اعلیٰحضرت کو طلب کرتے ہیں۔ دیکھئے! ہاں باطن کی آنکھوں سے دیکھئے! خانصاحب وہ تشریف لائے اور اب دیکھئے وہ آپ کو بھی اس شعر کا مطلب سمجھائے دیتے ہیں کان لگا کر سنئے اور پہچانئے کہ آپکے خانصاحب ہی بول رہے ہیں یا کوئی اور۔ ناظرین کرام خانصاحب کی ذیل کی تقریر سنیں۔ دیکھو وہ آواز آئی آپ فرما رہے ہیں۔

”سبع سنابل شریف میں ہے ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کیطرف رخ کرکے کھڑے ہوگئے۔ جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں۔ فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کرلیا ہے“

خانصاحب بریلوی سبع سنابل سے اس واقعہ کو نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں :-

”اور یہ بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا“

(ملفوظات اعلیحضرت حصہ دوم صفحہ مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

خانصاحب کی اس تقریر کی روشنی میں شیخ الہندؒ کے شعر کا یہ مطلب ظاہر ہوگیا کہ کعبہ جو قبلۂ اجسام تھا، ہم وہاں گئے اور حق حاضری ادا کیا۔ اسکے بعد سینہ میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اُس کے بجھانے کیلئے شیخِ طریقت، بقول خانصاحب قبلۂ ارواح کی ضرورت ہوئی اور ہم اُسکی تلاش میں چل پڑے

ہم نے تو آپکے اعتراض کا جواب دیدیا بلکہ آپکے اعلیحضرت خانصاحب کی زبان سے دلوادیا، لیکن اب ذرا اپنے اُس مذہبی بھائی کی نبض دیکھئے جو آپ کے امیرِ ملت پیر جماعت علیشاہ صاحب کی شان میں کہتا ہے ؎

ترا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریف بیت حرم ہے
تری بارگاہ ہے وہ بارگہ کہ جو قبلہ گاہِ انام ہے

(رسالہ جماعت امرتسر بابتہ جون ۱۹۲۲ء صفحہ)

نمبر ۶ - چھٹا اعتراض مرثیہ کے مندرجہ ذیل شعر پر ہے -

حوائج دین و دنیا کے کہاں لیجائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

معترض صاحب کا اسپر یہ اعتراض ہے کہ اسمیں مولانا گنگوہیؒ کو قبلۂ حاجات کہا گیا ہے، پھر اسپر رنگ چڑھانے کیلئے معترض صاحب نے فتاوی رشیدیہ سے یہ فتوی نقل کیا ہے کہ ”غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے“

بیشک اللہ کے سوا کسی دوسرے سے اپنی حاجتیں طلب کرنا اور مدد مانگنا تمام مسلمانوں کے نزدیک منافی توحید۔ لیکن اس سے وہ حاجتیں مراد ہیں جو عادۃً انسانی طاقت سے باہر ہوں جیسے کسی کو لڑکا لڑکی مانگنا۔ بچہ کیلئے زندگی طلب کرنا، یا اہل قبور سے رزق مانگنا، یا ان سے مقدمہ میں کامیاب کردینے

کی درخواست کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ غرض جو شخص ایسی حاجتیں غیر اللہ سے طلب کرے وہ ہمارے نزدیک توحید کا باغی ہے ۔ لیکن وہ حاجتیں جو عادۃً انسانوں سے متعلق ہیں، جیسے نوکر کا آقا سے تنخواہ مانگنا، آقا کا ملازم سے کھانا طلب کرنا ۔ شاگرد کا استاد سے پڑھنا ۔ مرید کا پیر سے استفادہ کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ یہ چیزیں زندگی میں انسانوں سے طلب کی جاسکتی ہیں اور کیجاتی ہیں ۔ لیکن جو شخص یہ سمجھے کہ یہ اس استعانت بغیر اللہ میں داخل ہے جسکو شریعت میں شرک کہا گیا ہے وہ جاہل ہے بلکہ پاگل ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اسکو سیدھا بریلی کے پاگل خانہ میں بھیج دیا جائے ۔

بہر حال اہل سنت جن حاجات کو کسی سے طلب کرتے ہیں ۔ وہ وہی ہیں جنکا تعلق اللہ نے انسانوں سے کر دیا ہے اور انہیں کا ذکر حضرت شیخ الہند اپنے اس شعر میں کر رہے ہیں اور مطلب شعر کا یہ ہے کہ جس مرشد سے ہم ہر طرح کی روحانی و جسمانی میں استفادہ کیا کرتے تھے افسوس! وہ اس دنیا سے چلا گیا ۔ اگر معاذ اللہ مولانا شیخ الہند ان لوگوں میں سے ہوتے جو مردوں سے بھی مدد مانگتے ہیں ۔ (حالانکہ خدا نے ہماری نسل میں ان سے وابستہ نہیں کیں) تو مولانا اس پر افسوس نہ کرتے ۔ بلکہ رضا خانی قبر پرستوں کی طرح مولانا گنگوہیؒ کی وفات کے بعد ان کے مزار پر جا کر اپنی حاجات عرض کرتے ۔

امید ہے کہ ہمارے اس مختصر سے بیان سے اہل سنت کی موحدانہ حاجت طلبی اور رضا خانیوں کی مشرکانہ حاجت طلبی کا فرق واضح ہو گیا ہوگا ۔

عربی کی ایک مثل ہے "تعرف الاشياء باضدادها" جسکا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا پورا امتیاز اسکی ضد کے مقابلہ میں ہوتا ہے ۔ اسلئے ہم چند رضا خانیوں کے وہ اشعار نقل کرتے ہیں جن سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف مولوی احمد رضا خاں صاحب کو دونوں جہان میں اپنا حاجت روا اور مشکلکشا سمجھتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ دین و دنیا میں جو کچھ ہم کو ملتا ہے وہ صرف اعلیٰ حضرت ہی سے ملتا ہے ۔ دیکھئے ایک معتقد فرماتے ہیں ؎

دین و دنیا میں مرے بس آپ ہیں ۔۔۔ میں ہوں کس کا؟ آپ کا احمد رضا!
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا ۔۔۔ جو دیا تم نے دیا احمد رضا!

دونوں عالم میں ہو تیرا آسرا ہاں مدد فرما شہا احمد رضا!
(مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۴۳،۴۴)

ایک دوسرے فدائی کی زبانی سنئے! ؎

کس سے کریں فریاد فدائی مالک مولیٰ تیری دہائی تیرے سوا ہے کون ہمارا غوث سنت اعلیٰحضرت!
(باغ فردوس صفحہ ۲۳)

ہاں ذرا ایک حاجتمند کی چیخ وپکار اور سنتے جائیے! ؎

ملنے میں ہے دیر کیا ہاتھ کرم کو اٹھا اے مرے حاجت روا حضرت احمد رضا!
(مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۲)

کہئے! اب جناب کو معلوم ہوا فرق کہ اہلسنت اپنی صرف ان حاجتوں کا تعلق انسانوں سے رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار میں دی ہیں وہ بھی صرف جیتے جی۔ جیسا کہ شیخ الہندؒ کے شعر سے ظاہر ہے اور رضاخانی حضرات اپنی تمام حاجتیں صرف خانصاحب ہی سے مانگتے ہیں اور انہیں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں جو یقیناً منافی توحید ہے۔ اہل سنت اور اہلبدعت کے رویہ میں یہی فرق عظیم ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر، شیر
شیر آں باشد کہ مردم را خورد شیر آں باشد کہ مردم مے خورد

نمبر ۹:۔ ساتواں اعتراض اسپر ہے کہ مولٰنا گنگوہیؒ کو اس مرثیہ کی لوح پر "مخدوم الکل مطاع العالم" لکھا گیا ہے۔

معترض صاحب کو اسپر یہ اعتراض ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب سارے عالم کے مخدوم ہیں اور سارا عالم انہیں کی اطاعت کرتا ہے۔

معترض صاحب نے اعتراض کی وضاحت میں کچھ زیادہ گوہر افشانی نہیں فرمائی۔ غالباً آپ کا مطلب یہ ہوگا کہ عالم میں اگلے پچھلے تمام انسان حتیٰ کہ ملائکہ و انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں اور جبکہ مولانا گنگوہیؒ کو مطاع العالم کہا گیا تو مطلب یہ ہوا کہ یہ سب آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔

واللہ حد ہوگئی خوش فہمی کی، رضاخانی عمائد کی بڑی ناقدری ہے کہ انہوں نے اپنے اس علامہ کو مبارک پور جیسے چھوٹے قصبہ کے چھوٹے سے مدرسہ (مصباح العلوم) میں رکھ چھوڑا ہے۔ اسکو تو حضرت کی سند از کم از کم جامعہ رضویہ کی صدر مدرسی تو ضرور دینی چاہئے تھی۔ بھلا ہے کوئی رضاخانی مولویوں میں اتنا بڑا علامہ جو "مخدوم الکل مطاع العالم" کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہو۔ اگر دنیا ناقدری کرے تو کرے لیکن "مصباح العلوم" کے اراکین کو ضرور چاہئے کہ وہ اسی بات پر اس نئے علامہ کی تنخواہ میں کم از کم ساڑھے تین روپیہ ماہوار کا اضافہ کردیں۔ دیکھو نا! کیسا بڑھیا اعتراض کیا ہے کہ ہم جواب دینے سے عاجز ہیں۔ اور سوچ رہے کہ کیا جواب دیں۔

اچھا ہم ابھی سوچکر جواب دیں گے۔ آپ بھی ہمارے ایک ایسے ہی سوال کا جواب سوچ رکھئے۔ بہج السلامۃ، تنزیہ المکانۃ الحیدریہ، مدائح اعلیٰ حضرت، فتاوی رضویہ وغیرہ وغیرہ کے لوح کے صفحہ پر آپکے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خانصاحب کو "شیخ الاسلام والمسلمین" لکھا گیا ہے اور آپ کی منطق کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ "تمام مسلمانوں کے شیخ" اور مسلمین میں صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ سے لیکر قیامت تک کے تمام مسلمان بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ خود کلام پاک میں موجود ہے کہ "انا اول المسلمین" میں پہلا مسلمان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ انا من المسلمین میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اب آپ کی منطق کے لحاظ سے مولوی احمد رضا خانصاحب ان سب کے شیخ اور امام ہوئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

امید ہے کہ ناظرین کرام نے اسی سے جواب بھی سمجھ لیا ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ مدح کے موقعہ پر جو اس قسم کے عموم کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں ان سے عموم حقیقی مقصود نہیں ہوتا۔ اخیر میں ہم رضاخانی دوستوں سے ایک سوال اور کرتے ہیں۔ آپکے اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا خاں (عرف رضاخاں یا مفتی ہندوستان) کے نام کے ساتھ ان کی تصانیف "وقعات السنان" "ادخال السنان" وغیرہ کے پہلے صفحہ پر "آل الرحمن" لکھا ہوا ہے جس کے صاف معنی خدا کی اولاد کے ہیں۔ تو کیا واقعی

رضاخانی حضرات اُن کے باپ مولوی احمد رضا خانصاحب کو خدا ہی سمجھتے ہیں۔ اور کیا ہم یہ سمجھیں کہ بریلی مقابلہ میں قادیان سے بھی بڑھ گئی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آجتک کسی رضاخانی نے اس کے خلاف احتجاج کیوں نہیں کیا۔ اور کیا ۔ مصباح جدید کے جدید مصنف اسطرف توجہ فرمائیں گے۔

نمبر ۸ :- آٹھواں اعتراض مولانا شیخ الہندؒ کے اس شعر پر ہے ۔ ؎

نہ رُکا پر نہ رُکا، نہ رُکا، پر نہ رُکا　　　اُس کا جو حکم تھا تھا سیفِ قضائے مبرم

اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ " ایسے حاکم وقت تو مولوی رشید احمد صاحب ہی ہیں۔ کہ اُن کا کوئی حکم کبھی نہ ٹلا "

معترض صاحب! گھبرایئے مت، بریلی کا سرمہ استعمال کرکے آنکھوں کو دست دیکھئے، آپکے اعلحضرت کا بھی حکم ایسا ہی ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۴ ؎

تو نے جو کچھ کہا شاہِ احمد رضا　　　وہ ہوا پر ہوا شاہِ احمد رضا

کہئے اب تو ذرر کا نظر آگیا ہوگا ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی　　　یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

نمبر ۹ :- نواں اعتراض مرثیہ کے اس شعر پر کیا گیا ہے ؎

زمانے نے دیا اسلام کو داغ اُسکی فرقت کا　　　کہ تھا داغِ غلامی جسکا تمغائے مسلمانی

معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اس شعر میں مولانا گنگوہیؒ کی غلامی کو مسلمانی کا تمغہ قرار دیا گیا ہے پس جن مسلمانوں کو اُن کی غلامی حاصل نہیں ہوئی جیسے کہ تمام صحابہ و تابعین وغیرہ وہ سب دیوبندیوں کے نزدیک مسلمان ہی نہیں ہیں ۔

شعر کا مطلب تو اپنی جگہ پر ظاہر ہے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ چونکہ عارف باللہ حامی توحید و سنت ماحی شرک و بدعت تھے اسلئے آپکے خدام اور متوسلین میں جو لوگ داخل ہوئے وہ پکے سچے مسلمان محبِ سُنت اور دشمن بدعت تھے ۔ اسی لحاظ سے آپ سے روحانی تعلق رکھنا گویا مسلمان ہونے کی ایک علامت تھی ، اور یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں ، بلکہ تمام اہل اللہ کا یہی حال ہے

کہ ان سے محبت ومودت اسلام کی نشانی ہے

حدیث شریف میں بھی اللہ والوں کی محبت کو ایمان کی نشانی بتلایا گیا ہے۔ بہرحال شعر کا نفس مطلب یہی ہے اور بالکل ظاہر ہے۔ رہی معترض صاحب کی یہ اُلٹی منطق کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین وغیرہ معاذ اللہ مسلمان نہ ہوں اسکی بنا وہی دماغی علت ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اور اسکا علاج بس یہی ہے کہ ہم بھی اسی اُلٹی منطق سے کام لیں۔ اچھا سنئے! آپکے ایک مذہبی برادر خانصاحب بریلوی کی شان میں فرماتے ہیں ۔ ؎

بات ہے ایمان کی حق کی قسم — آپ سے ایماں ملا احمد رضا!

(مدائح اعلحضرت صفحہ)

اُسی کے صفحہ ۳۳ پر آپکے ایک دوسرے بھائی فرماتے ہیں ؎

دل ملا آنکھیں ملیں ایماں ملا — جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا!

اب فرمایئے کہ جب ایمان اور نہ صرف ایمان بلکہ دل آنکھیں سب کچھ مولوی احمد رضا خانصاحب سے ملی ہیں تو تمام وہ مسلمان جو خانصاحب سے پہلے گذرے، یا تمام صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین اور اولیاء کاملین سب کے سب آپ کے نزدیک معاذ اللہ بے ایمان، دلوں اور آنکھوں سے محروم ہو گئے۔

فرمایئے! آپ کی یہ منطق صحیح ہے؟ اور اس سے جو نتیجہ نکلا گیا وہ بھی نعوذ باللہ صحیح ہے؟ ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں — لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

نمبر ۱۰۔ دسواں اعتراض مرثیہ کے اس شعر پر ہے ۔ ؎

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیے عجب کیا ہے — شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

پھر آپ کا اعتراض یہ ہے کہ اس شعر میں مولانا گنگوہیؒ کو صدیق اور فاروق کہا گیا ہے۔

جی ہاں کہا گیا ہے مگر کچھ خبر ہے کہ صدیق اور فاروق کے معنی کیا ہیں کچھ بھی پڑھا ہوتا تو خبر ہوتی دیکھو نور اللغات صفحہ ۵۹۹ جلد ۳ — جس میں بقلم جلی لکھا ہوا ہے کہ صدیق کے معنی نہایت سچا

فاروق کے معنی حق و باطل میں فرق کر دینے والا۔

بیشک جنگ حضرت گنگوہیؒ کے اندر یہ دونوں وصف موجود تھے اب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ مولوی احمد رضا خانصاحب کو صدیق و فاروق ہی نہیں بلکہ عثمان و علی حسن وحسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پہلو بہ پہلو بٹھایا گیا ہے، ملاحظہ ہو وصایا اعلیٰ حضرت صفحہ ۳ ۔ ۵

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہارے صدق تقویٰ کر | کہوں کیونکر نہ اتقیٰ جبکہ خیر الاتقیا تم ہو۔

اس بدنصیب رضاخانی نے براہ راست قرآن عزیز سے جنگ کی ہے۔ قرآن پاک میں صدیق اکبرؓ کو اتقیٰ کہا گیا ہے۔ آیت کریمہ " سیجنبها الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکیٰ " میں لفظ اتقیٰ سے باجماع مفسرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ لیکن یہ رضاخانی کہتا ہے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی خیر الاتقیا تھے۔ اسلئے میں تو انہیں کو اتقیٰ کہونگا۔ اسی نظم کے چند اور شعر ملاحظہ ہوں۔ خانصاحب کی شان میں کہتا ہے ۵

جلال و ہیبتِ فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر | عدو اللہ پر اک حربۂ تیغِ خدا تم ہو

نہیں ہے جمع فرمائے نکاتِ رمزِ قرآنی | یہ ورثہ پا نیوالے حضرت عثماں گا تم ہو

خلوص مرتضیٰ، خلقِ حسن، حزم حسینی ہیں | عدیم المثل یکتائی زمن دُبا خدا تم ہو

مصباح جدید کے جدید مصنف صاحب! دیکھا آپکے اعلیٰحضرت کیا کیا ہیں۔

نمبر ۱۱ ۔ معترض صاحب کا گیارہواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتویٰ پر ہے۔ "لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بولدیا جاوے تو جائز ہے"۔

معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ اسمیں رحمۃ للعالمین کے صفت خاصہ ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ ناظرین کرام! منقولہ فتویٰ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اسمیں دیگر اولیاء، وعلمائے ربانیین و انبیاء علیہم السلام کے متعلق صرف یہ لکھا گیا ہے۔ کہ وہ بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اور ان پر

رحمۃ للعالمین کے اطلاق کو مطلقاً نہیں جائز قرار دیا گیا۔ بلکہ بتاویل کی قید کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ اس سے ایک معمولی فہم کا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خاص صفت رحمۃ للعالمین ہے فی الحقیقت اسمیں کوئی دوسرا آپکا شریک نہیں۔ جیسا کہ مولانا گنگوہی قدس سرہ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں۔

اب یہ چیز قابل غور رہ گئی کہ آیا دیگر انبیاء اولیاء بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں یا نہیں؟ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت بڑی ہے اور اُن کے رحمتِ عالم ہونے سے انکار شاید کوئی محدثِ دین ہی کر سکے۔ غوث کے متعلق بھی آپکے موحد مذہب مولوی احمد رضا خاں صاحب یہ فرماتے ہیں۔

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ (ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ اول ص۱۱۶)

فرمایئے جس کے بغیر زمین و آسمان قائم نہ رہ سکیں کیا اُس کے موجبِ رحمتِ عالم ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے؟ اور یہ کہنا کہ جب لفظ رحمۃ للعالمین کا اطلاق دیگر انبیاء و اولیاء پر بھی ہو سکے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوات لازم آئیگی۔ انتہائی جہالت ہے۔ اطلاق کی شرکت حقیقت میں برابری کو مستلزم نہیں جسکی واضح مثال یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن حکیم میں حق تعالیٰ پر بھی رحیم کا اطلاق کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ لیکن کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ جو شان حق تعالیٰ کی رحیمی کی ہے وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے پس ایسے ہی یہاں سمجھنا چاہئے کہ اگر بتاویل دیگر انبیاء وغیرہ پر لفظ رحمۃ للعالمین کا اطلاق کیا جائے تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں جگہ رحمت کی شان ایک ہو۔ بلکہ دونوں میں وہی فرق ہوگا جو آنحضرت صلعم کی ذات مقدس اور دیگر انبیاء علیہم السلام وغیرہم کی ذات مقدسہ میں ہے۔

علاوہ ازیں قرآن پاک میں متعدد جگہ لفظ عالمین سے کسی خاص دور کے اہل عالم بھی مراد لئے گئے ہیں۔ چنانچہ آیت کریمہ وَانِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ اور۔ وَاصْطَفٰکِ

علیٰ نساء العالمین، میں خاص اُسی دور کے اہلِ عالم مراد ہیں، نیز بعض مفسرین نے آیت کریمہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین، میں بھی لفظ عالمین سے صرف ثقلین جن و انس مراد لئے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر جلالین) پس اگر کوئی شخص لفظ عالمین سے کسی خاص دور کے ثقلین جن و انس مراد لیکر کسی ولی یا غوث کو عالمین کیلئے باعث رحمت کہدے تو اس تاویل کے بعد اسمیں کیا محذور ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمینی کی خصوصیت سے انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف رحمۃ للعالمین کے بتاویل اطلاق کو جائز کہا گیا ہے۔ اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر جہالت کا کوئی علاج نہیں!

اخیر میں اتمام حجت کے لئے ہم شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب "بوستاں" سے ایک ایسا شعر پیش کرتے ہیں جسمیں اُنہوں نے اپنے بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے اُس کو "رحمۃ العالمین" کہا ہے۔ کیا "مصباح جدید" کے جدید مصنف صاحب، سعدی کی بوستاں سے بھی کورے ہیں اور پھر کیا اپنے قائم کردہ اصول کی بنا پر شیخ سعدی علیہ الرحمہ جیسے متقی و پرہیزگار ولیِ کامل کے اوپر بھی کفر کا فتویٰ لگا کر اپنے اعمالنامہ کو سیاہ فرمائیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے شیخ سعدی اپنے بادشاہ وقت کی تعریف میں بوستاں کے اندر تحریر فرماتے ہیں ؎

توئی سایۂ لطف حق بر زمیں   پیمبر صفت رحمۃ العالمیں

کہئے اس رحمۃ العالمین کہنے والے کے متعلق کیا فتویٰ ہے اور جسکو رحمۃ العالمین کہا گیا اُس کا کیا حکم ہے۔ اور پھر جبکہ آپکے خانصاحب کو رضاخانی برادری کے ایک فرد نے "رحمت رب وری" کے ساتھ یاد کیا ہے جو رحمۃ للعالمین کے ہم معنی ہے تو مولانا گنگوہی قدس سرہٗ پر آپ کس منہ سے اعتراض کر رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰحضرت صفحہ) ؎

آیت فضل خدا دیکھنا   تجھے   رحمت رب وری دیکھا تجھے

کہئے اس رضاخانی بھائی کی وہابیت کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر   دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

نمبر۱۲ - فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص۱۰۳ میں ذیل کا فتوی مندرج ہے -

سوال :- مرثیہ جو تعزیہ وغیرہ میں شہیدانِ کربلا کے پڑھتے ہیں اگر کسی کے پاس ہو اور وہ دور کرنا چاہے تو اُن کا جلا دینا مناسب ہے یا فروخت کرنا - ؟

الجواب :- ان کو جلا دینا یا زمین میں دفن کر دینا ضروری ہے - فقط -

معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے مرثیہ کا دفن کر دینا یا جلا دینا ضروری کہا حالانکہ سوال میں ہر مرثیہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاص اُن مرثیوں کا ذکر ہے جو تعزیوں کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں - اور یہ مرثیے عام طور پر روایاتِ کاذبہ اور حکایاتِ واہیہ سے پُر ہوتے ہیں چنانچہ آپکے بانیٔ مذہب مولوی احمد رضا خاں صاحب رسالہ فتاوی تعزیہ داری میں فرماتے ہیں -

" کتب شہادت جو آجکل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ وروایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں - یوں ہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ ہے - حدیث میں ہے نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن المراثی - رسول اللہ صلعم نے مرثیوں سے منع فرمایا رواہ ابو داؤد والحاکم عن عبد اللہ ابن اوفی رضؓ "

بہرحال حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جس مرثیہ کو جلا دینے یا دفن کر دینے کا حکم کیا ہے وہ یہی مرثیے ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے - اور جسکا پڑھنا اور سننا آپ کے اعلحضرت نے گناہ اور حرام لکھا ہے - اب فرمائیے کہ جس چیز کا پڑھنا سننا گناہ اور حرام ہو اسکے متعلق اگر جلا دینے یا دفن کر دینے کا حکم دیا جائے تو کیا قباحت ہے - فیصلہ کرتے وقت حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کو بھی سامنے رکھ لیا جائے -

نمبر ۱۳ - تیرھواں اعتراض معترض صاحب کا یہ ہے کہ بعض علمائے دیوبند نے اپنے بزرگوں کے مرثیے لکھے - معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مرثیہ ممنوع وہی ہے جسمیں روایاتِ موضوعہ وحکایتِ کذبہ مندرج ہوں اور اس سے کوئی امر غیر مشروع - مثلاً ماتم وتجدیدِ غم وغیرہ مقصود ہو - اور ایسے ہی مراثی کے متعلق حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے اور نہ کسی کی وفات کے بعد اسکا ذکر خیر خواہ نثر میں ہو

یا نظم میں مطلقاً ممنوع نہیں اگرچہ عرفِ عام میں اسکو مرثیہ کہا جائے ۔ آپ کے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی
مولوی احمد رضا خانصاحب رسالہ تعزیہ داری صفحہ ۱۲ پر رقمطراز ہیں ۔

جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جسمیں
روایات صحیحہ معتبرہ سے اُن کے فضائل و مقامات و مدائح بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدید
غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو بنفسہ حسن و محمود ہے ۔ خواہ اسمیں نثر پڑھیں
یا نظم ۔ اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدس ہونے کے جسمیں ذکرِ حضرت سید الشہداء ہے عرفِ حال
میں بنام مرثیہ مشہور ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جسکی نسبت ہے نہیٰ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

فاضل بریلوی کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مرثیہ روایات کاذبہ و ماتم و تجدیدِ غم وغیرہ
امور نامشروعہ سے پاک ہو تو وہ جائز ہے ۔ اور سلف صالحین سے جو مرثیے منقول ہیں وہ اسی اصول
کے ماتحت جائز ہیں جیسا کہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہراؓ نے آنحضرت صلعم کی وفات پر مرثیہ کہا ہے
اور امیر المومنین حضرت علیؓ نے حضرت سیدہؓ کی وفات پر ـــــ کما فی کتب السیر ۔

پس حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا جو مرثیہ لکھا ہے وہ اس تفصیل کے ماتحت
ناجائز نہیں ۔ البتہ عناد و تعصب نے کسی کی بصیرت کو ماؤف کر دیا ہو اور وہ جائز و ناجائز کے اس فرق
کو نہ سمجھ سکتا ہو ۔ تو وہ معذور ہے ؎

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے — اسمیں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

نمبر ۱۴ ۔ چودہواں اعتراض معترض صاحب کا فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۲ کی مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے
سوال ۔ محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بہ روایت صحیحہ و بعض ضعیفہ بھی
نیز سبیل لگانا ، اور چندہ دینا اور شربت و دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب ۔ محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو ، یا سبیل لگانا
شربت پلانا ، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے فقط

معترض صاحب کو اس فتوی پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں صحیح روایات سے بھی ذکر شہادت اور سبیل وغیرہ کو ناجائز اور حرام لکھا ہے۔ لیکن ناظرین کرام غور فرمائیں کہ مولانا نے یہ حکم صرف ماہ محرم کے متعلق لگایا ہے اور تشبہ روافض کو اُسکی علت قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ چیزیں مولانا کے نزدیک اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہیں۔ البتہ چونکہ ماہ محرم میں اُن کے کرنے سے روافض کے ساتھ ایک گونہ تشبہ ہوتا ہے اسلئے ناجائز ہے اور اسکی تصریح بعض علمائے سلف نے بھی کی ہے۔ چنانچہ اصول صفار میں ہے۔

سئل عن ذکر مقتل الحسین فی یوم عاشوراء یجوز ام لا، قال لا، لان ذالک من شعار الروافض

ان سے سوال کیا گیا کہ عاشوری کے دن ذکر شہادت حسین جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا ناجائز ہے کیونکہ یہ روافض کا شعار ہے

اب فرمایئے! کیا امام صفار آپ کے نزدیک وہابی دیوبندی ہیں؟

تعجب ہے کہ آپ ایک مدرسے کے صدر مدرس ہیں اور اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ ایک مباح چیز بھی اہل ضلال کے تشبہ کی وجہ سے ناجائز ہو جاتی ہے۔ حد یہ ہے کہ جن اوقات میں آفتاب پرست آفتاب کو پوجتے ہیں۔ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرما دیا گیا کہ ان مشرکین کے ساتھ تشبہ نہ ہو غالباً آپ کی سی عقل والا انسان اس سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ ——— ہائے نماز کو منع فرما دیا گیا۔

علاوہ ازیں صرف روایات کے صحیح ہونے سے دوسرے مفاسد کا انتفاء لازم نہیں آتا، آپ کسی دوسرے کی تو کیوں ماننے لگے اسلئے اس موقعہ پر بھی ہم آپکے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی ہی کا کلام پیش کرتے ہیں دیکھئے وہ کس صراحت کیساتھ ذکر شہادت بروایت صحیحہ کو بھی ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو رسالہ تعزیہ داری صفحہ ۵)

"عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایاتِ صحیحہ، بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادتِ شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا۔ بہ تکلف رولانا، اور اس رونے رُلانے سے رنگ جمانا ہے اسکی شناعت میں کیا شبہ ہے"

بلکہ اس کے بعد بھی رضاخانی برادری کے کسی فرد کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا فتویٰ پر اعتراض کا حق ہے۔

نمبر۱۶۔ پندرھواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰۱ کے مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے۔

مسئلہ:۔ ہندو تیوہار ہولی یا دیوالی میں اپنے اُستاد و حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں، ان چیزوں کو لینا اور کھانا اُستاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ درست ہے۔ فقط

معترض صاحب نے اس فتویٰ کو نقل کر کے اعتراض تو کر دیا لیکن اسکے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں کی کیا کسی چیز کے حرام و ناجائز ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یا اُن کے کسی ہم مسلک عالم نے اسکو جائز لکھا ہو۔ اگر غیر مسلموں کے ان تحفوں کا لینا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے تو اسپر کوئی دلیل پیش کیجئے۔ لیکن ہم پیشینگوئی کرتے ہیں کہ آپ اسپر کوئی ٹوٹی پھوٹی دلیل بھی پیش نہ کر سکیں گے۔ آئیے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ کے اعلحضرت فاضل بریلی مولوی احمد رضا خانصاحب نے بھی غیر مسلموں کے اس تحفہ کا لینا تیوہار کے دوسرے دن جائز لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۰۳۔

عرض:۔ کافر ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد:۔ "اس روز نہ لے ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے"

کہئے اعلحضرت کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فائدہ:۔ معترض صاحب نے عامۃ المسلمین کو علمائے دیوبند سے برگشتہ کرنے کیلئے اس موقعہ پر ایک چالاکی یہ کی ہے کہ مذکورہ بالا دونوں فتوؤں کو (جنمیں پہلا فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۳ کا ہے اور دوسرا حصہ دوم صفحہ ۱۰۱ کا) جوڑ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک محرم کا شربت وغیرہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہو جانیکی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور ہولی دیوالی کی مٹھائی باوجود ہولی دیوالی سے منسوب ہونے کے جائز ہے۔ حالانکہ یہ خالص شیطنت اور افترا پردازی ہے۔ کیونکہ

دونوں نسخوں میں نسبت کا کہیں نام تک نہیں ہے ۔

ہم اعتراض نمبر ۳ کے جواب میں بتلا چکے ہیں کہ ماہ محرم یعنی ایام تعزیہ داری میں شربت وغیرہ کی سبیلیں لگانا تشبہ روافض کی وجہ سے ناجائز ہے ۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مشرکین کے تشبہ سے بچانے کیلئے خاص اوقات میں نماز جیسی اعلیٰ عبادت سے منع کر دیا گیا ہے ۔ اور ہنود کے تہوار میں صرف ان کا کھلونے بیچنے سے کوئی تشبہ لازم نہیں آتا ۔ اسلئے اسکی اجازت دی گئی ۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص ان کے تہوار کے دن انہیں کی طرح پوری کچوری وغیرہ بنوائے اور تقسیم کرے تو اب یہ فعل ناجائز ہوگا ۔ کیونکہ اسمیں کفار کے ساتھ تشبہ ہوگیا ۔ بہرحال دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہے ۔ لیکن چشم بینا کی ضرورت ہے ۔

ہاں اگر ہمارے نزدیک بھی اس قسم کی بددیانتی اور تہمت تراشی جائز ہو تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ رضاخانیوں کے نزدیک ان کے بانی مذہب مولوی احمد رضا خانصاحب کا تو ذکر جائز ہے (چنانچہ ان کے خلیفہ اور قریبی عزیز مولوی حسنین رضا خانصاحب نے وصایا شریف میں ان کی موت کا تذکرہ پوری تفصیل سے کیا ہے ۔) لیکن سیدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت بلکہ ان کے جد کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کا ذکر بھی ناجائز اور ناپسندیدہ ہے ۔

ذکر شہادت کے متعلق تو مولوی احمد رضا خانصاحب کی تصریح ابھی ابھی فتاویٰ تعزیہ داری کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں ۔ اور ثابت کر چکے ہیں کہ انہوں نے ذکر شہادت بروایات صحیحہ کو بھی عوام کیلئے ناجائز لکھا ہے ۔ اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر وفات شریف کے متعلق بھی اسی رسالہ تعزیہ داری صفحہ پر ۲ یہ لکھا ہے ۔ کہ

نیز انہیں (مجلس میلاد میں) ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا

بہرحال اگر ہم بھی رضاخانی سنت پر عمل کریں تو وصایا شریف اور رسالہ تعزیہ داری کی مذکورہ بالا تصریحات کو پیش نظر رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ رضاخانیوں کے نزدیک مولوی احمد رضا خانصاحب کی موت کا تذکرہ تو اچھا ہے ۔ لیکن حضرت امام حسینؓ کی شہادت ۔ اور حضور سید الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی وفات شریف کا ذکر ناجائز اور ناپسندیدہ ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی ناجائز کاروائیاں اور افترا پردازیاں صرف رضاخانیوں کے حصہ میں آئی ہیں۔ انہیں کیلئے مبارک رہیں۔ حق تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

نمبر ۱۶۔ سولہواں اعتراض فتاوی رشیدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔ حصہ دوم صفحہ [illegible]
جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب اہل سنت سے خارج نہ ہوگا۔

اعتراض یہ ہے کہ مکفر صحابہ کو سنت جماعت سے خارج نہیں لکھا۔

بیشک فتاوی رشیدیہ کے مطبوعہ نسخہ میں یہی لکھا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ کاتب کی غلطی ہے پہلی مرتبہ اسی طرح چھپ گیا اور بعد میں اسی کی نقل ہوتی رہی ورنہ دراصل عبارت یہ تھی۔ — اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔ جس کے چند زبردست قرائن وہیں موجود ہیں۔ اوّل اینکہ اگر اصل عبارت میں اسجگہ "خارج نہ ہوگا" ہوتا تو آخری فقرہ کے شروع میں استدراک کا کوئی لفظ لیکن وغیرہ ہوتا۔ اور عبارت اس طرح ہوتی کہ "لیکن وہ اپنے کبیرہ کے سبب اہلسنت سے خارج نہ ہوگا" دوم اینکہ اسی فتوی میں اسکو ملعون کہا ہے۔ سوم اینکہ اس کے امام مسجد بنانے کو حرام قرار دیا ہے حالانکہ اگر وہ اہل سنت سے ہوتا تو مولانا اسکو ملعون نہ لکھتے۔ اور نہ اسکی امامت کی حرمت کے قائل ہوتے۔ علاوہ ازیں فتاوی رشیدیہ کی اسی حصہ میں صفحہ [illegible] پر یہ فتوی بھی درج ہے۔

مسئلہ:۔ رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب:۔ ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں۔ لہذا اسکی صلوٰۃ جنازہ نہ پڑھنی چاہیے

یہ فتوی بھی اسکا زبردست قرینہ ہے کہ صحابہؓ کی شان میں بے ادبی کرنیوالا یا معاذ اللہ ان کو کافر کہنے والا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہرگز اہل سنت میں سے نہیں۔ بہرحال

زیر بحث فتوی میں مطبع کی غلطی سے "خارج ہوگا" کی بجائے "خارج نہ ہوگا" چھپ گیا ہے اور اس پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مذکبت کلام مجید کی طباعت کی غلطیوں کی وجہ سے حق تعالیٰ پر اعتراض کرنے لگے۔ عاذنا اللہ وسائر المسلمین۔

تنبیہ۔ اور جگہ صحابہؓ کی شان میں سوء ادبی کرنے والے کو فاسق لکھا گیا ہے وہ فسق عملی و اعتقادی دونوں کو شامل ہے۔ اگر وہ سوء ادبی کسی بداعتقادی کی بنا پر ہوگی تو وہ شخص فاسق اعتقادی بھی ہوگا اور اگر صرف بدتمیزی کی وجہ سے سوء ادبی کریگا تو فاسق عملی ہوگا۔ کما لا یخفی علی اھل العلم والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام

یہاں تک تو ہم نے معترض صاحب کے اعتراض کا جواب عرض کر دیا لیکن اس موقعہ پر ہماری یہ گذارش بیجا نہ ہوگی کہ معترض صاحب کو فتاوی رشیدیہ میں یہ فتوی (جس میں کاتب کی غلطی سے "ہوگا" کی بجائے "نہ ہوگا" چھپ گیا ہے) تو قابل اعتراض نظر آیا لیکن جناب کو آجتک اپنے اعلحضرت کے اس ناپاک فتوے پر اعتراض کرنیکی توفیق نہ ہوئی جس میں اللہ اور اسکے رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گالیاں دینے والے کو کھلے لفظوں میں مسلمان لکھا اور اسکی تکفیر سے منع کیا ہے۔

اسکی تفصیل ہم اخیر میں عرض کریں گے۔ یہاں صرف اشارۃً بتاتے ہیں۔ آپکے اعلحضرت نے اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ، اور فتاوی رضویہ میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق لکھا ہے کہ:-

اس نے اللہ تعالیٰ کو ناپاک گالیاں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخیاں کیں۔ اور وہ بھی ایسی کہ پادریوں اور پنڈتوں کی کتابوں میں اسکی نظیر نہیں۔ اور اسپر قسمیں بھی کھائیں کہ ہاں بیشک اس شخص (اسمٰعیل دہلوی) نے رسول پاک صلعم کو ایسی ہی صاف صریح گالیاں دی ہیں اور اس سے رسول خدا صلعم کو شدید اذیت بھی پہنچی ہے۔ غرض حضرت شہیدؒ کو ان جرائم کا مجرم گردانتے ہوئے بھی مولوی احمد رضا خانصاحب نے اُن کو کافر نہیں کہا اور تمہیدِ ایمان میں صاف لکھدیا کہ " اور میں اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا "

نیز اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا کہ علمائے مخاطبین ُانہیں کافر کہیں ۔ یہی ہمارا فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے ۔ اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے (ملخصاً) جس سے معلوم ہوا کہ ایسا مجرم خانصاحب کے نزدیک مسلمان ہے ۔

کہئیے ! نئے مصنف صاحب مولانا رشید احمد صاحب سے تو آپ صرف اسلئے ناراض تھے کہ انہوں نے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنیوالے کو نہ کافر کہا اور نہ اہلسنت سے خارج کیا ۔ حالانکہ وہ کتابت کی غلطی تھی ۔ لیکن اب اس بدنصیب مفتی پر کیا فتویٰ ہے جو اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ وصلعم کی شانِ پاک میں گستاخیاں کرنیوالے اُن کو سڑی سڑی گالیاں دینے والے کو بھی کافر نہیں کہتا ۔ حالانکہ یہی مفتی تمہیدایمان صفحہ پر لکھتا ہے ۔ " شفا شریف و بزازیہ و فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے ۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ۔ کہئیے ! اب آپ مع خانصاحب کے کہاں پہنچے؟

نوٹ :۔ ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہئیے کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کا دامن حاشا وکلا ان تمام گندگیوں سے پاک وصاف ہے جن سے خانصاحب نے محض تعصباً وعناداً ملوث کرنا چاہا ہے جیسا کہ ہم آئندہ بحث میں اسپر کافی روشنی ڈالکر خانصاحب آنجہانی کی افترا پردازیوں کا پردہ اچھی طرح چاک کردیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔

نمبر ۱۷ :۔ معترض صاحب کا سترھواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱ کی حسب ذیل عبارت پر ہے ۔

"علما کی توہین وتحقیر کو چونکہ علما نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو"

اسپر آپ کا اعتراض یہ ہے کہ اسمیں علما کی توہین وتحقیر کرنے والے کو کافر کہا گیا ۔ ہمیں اس موقعہ پر معترض صاحب سے کوئی شکوہ نہیں ، ہاں آپ کے ان خداوندان لغت کی محرومیٔ بصیرت پر ہزار افسوس ہے جنہوں نے آپ کو عالم دین سمجھ کر مسندِ درس پر بٹھا رکھا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو فقہ کی متداول کتابوں کی ہوا بھی نہیں لگی ۔ اس موقعہ پر حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی جس عبارت کو ناقص اور نا تمام نقل کیا ہے ۔ اُسمیں مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ذاتی رائے نہیں لکھی ۔ بلکہ سائل کے

استفسار پر فتاوی عالمگیری کے ایک مسئلہ کا مطلب بیان کیا ہے اور اسکی توجیہ کی ہے۔ یہ معترض کی خیانت ہے کہ اس نے اس جگہ سوال کو نقل نہیں کیا۔ ہم ناظرین کرام کے سامنے اصل تواب جواب کو پیش کرتے ہیں۔

سوال: نواب مولوی قطب الدین خانصاحب دہلوی نے نقل عالمگیری سے کیا ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ قیاس امام ابوحنیفہؒ کا حق نہیں کفر ہوا۔ اسکا کیا مطلب ہے اور یہ قول صحیح ہے یا غیر صحیح الخ

اس سوال کا منشا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے قیاس کے انکار کیوجہ سے کسی شخص کا کافر ہوجانا بظاہر امر غیر معقول ہے۔ اور اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ سائل اسی کو سمجھنا چاہتا ہے حضرت مولانا نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"علماء کی توہین وتحقیر کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم کے اور دین کے ہو۔ لہٰذا بعیب قیاس مجتہد حق کو ناحق کہا تو اہانت اس عالم کی کی۔ امر دین وعلم میں لہٰذا کفر ہوا۔"

مولانا نے اس جواب میں فتاوی عالمگیری کے اس جزئیہ کی توجیہ کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ فی نفسہ کسی عالم کی توہین کفر نہیں لیکن اس کے دین یا علم دین کیوجہ سے اسکی توہین وتحقیر کیجائے تو علماء نے اسکو کفر لکھا ہے۔ اس اصول کے ماتحت حضرت امام ابوحنیفہؒ یا کسی دوسرے مجتہد کے قیاس حق کو دلطور استخفاف) ناحق کہا تو گویا اس کے علم دین کی اہانت کی اسواسطے کفر ہوا۔

غرض اس فتوی میں حضرت مولانا نے اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں لکھی بلکہ فقہ حنفی کے مشہور فتر فتاوی عالمگیری کے ایک مسئلہ کی توجیہ کی ہے۔ اسپر اعتراض کرنا براہ راست فقہ حنفی پر اعتراض کرنا ہے۔ اور غضب تو یہ ہے کہ آپکے اعلیٰ حضرت نے بھی اس جزئیہ کو اپنی بعض تحریروں میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ہم بخوف طوالت اسکو یہاں نقل نہیں کرتے۔ ہاں مدائح اعلیٰ حضرت کے دو شعر آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں جسمیں مولوی احمد رضا خانصاحب کے منکر کو ابلیس اور خدا کا منکر تبلایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۵

میں سمجھتا ہوں کہ وہ ابلیس ہے   تجھ سے جو کوئی پھرا احمد رضا

جو بھرا تجھ سے احمق سی پھر گیا   اور حق اس سے پھرا احمد رضا

پس جبکہ آپ حضرات کے نزدیک مولوی احمد رضا خانصاحب کے انکار کی وجہ سے ایک شخص خدا کا منکر اور ابلیس ہو سکتا ہے۔ تو فتاویٰ عالمگیری میں اگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے منکر کو کافر لکھ دیا گیا اور حضرت گنگوہیؒ نے اسکی ایک معقول توجیہ بھی کر دی تو آپ کو اس پر اعتراض کا کیا حق رہا۔ مگر ہاں یہ کہئے کہ ہمارے مذہب میں اعلحضرت عظیم البرکت کی جو شان ہے وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نہیں ہے۔ - اٹھارواں اعتراض حضرت صاحب کا فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت پر ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ)

"انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کیواسطے منع ہے۔"

اس پر اعتراض یہ ہے کہ مجلس مولود کو بہر حال ناجائز لکھدیا گیا۔ جواب دینے سے پہلے ہم ناظرین کرام کو یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ولادت شریف کا ذکر پاک اور چیز ہے اور مروجہ رسمی مجلس میلاد دوسری چیز۔ ان دونوں کو ایک سمجھنا انتہائی غلطی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت میں مروجہ رسمی مولود کو منع کیا گیا ہے نہ کہ ذکر ولادت شریف کو۔ نفسِ ذکر ولادت شریف کے متعلق اسی فتاویٰ رشیدیہ میں جا بجا تصریحات موجود ہیں۔ کہ وہ جائز ہے، مندوب ہے، مستحب ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل صفحہ پر ہے۔

"نفسِ ذکر ولادت کو کوئی منع نہیں کرتا۔"

نیز اسی کے صفحہ ۱۰۹ پر ہے

"نفسِ ذکر ولادت مندوب (مستحب) ہے۔ اسمیں کراہت قیود کے سبب آتی ہے"

پھر اسی کے صفحہ ۱۴۳ پر ہے

"نفسِ ذکرِ ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کا مندوب ہے۔ مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہو گئی۔"

ان تینوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا گنگوہیؒ نفسِ ذکرِ ولادت آنحضرت صلعم کو مندوب

مستحب ہی سمجھتے ہیں۔ البتہ مروجہ رسمی مولود کو منع کرتے ہیں۔ بلکہ جونتوی اس موقعہ پر معترض صاحب نے نقل فرمایا ہے۔ اُسمیں بھی اسطرف اشارہ موجود ہے۔ اسکا آخری فقرہ یہ ہے۔

"تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا کے نزدیک نفسِ ذکر ولادت شریف مندوب ہے۔ اسکی ممانعت تداعی (و دیگر اہتمامات دیتو دات) کیوجہ سے کیجاتی ہے۔ اور یہ رائے تنہا مولانا گنگوہیؒ کی نہیں۔ بلکہ بہت سے علمائے متقدمین بھی اسی طرف ہیں۔ ان کی تصریحات ناظرین کرام مولانا حکیم عبدالشکور صاحب مرزاپوری کی نفیس کتاب "تاریخ میلاد" میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں صرف ایک عبارت علامہ ابن الحاج کی جلیل القدر کتاب مدخل سے نقل کیجاتی ہے۔ انہوں نے پہلے بتفصیل اس مجلسِ مولود پر کلام کیا ہے۔ جسمیں مناہی و منکرات موجود ہوں۔ اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

وهذه المفاسد مترتبة على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعامًا ونوى به المولد ودعى اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط لان ذالك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضيين و اتباع السلف اولى ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد۔

یہ سب مفاسد و قبائح مرتب ہیں مولود کو کرنے پر جب اسکو راگ کے ساتھ کریں۔ اور اگر راگ سے خالی ہو صرف کھانا کیا جائے "اس سے مولود کی نیت کیجائے اور بھائیوں کو دعوت دی جاوے اور کوئی خرابی جسکا ذکر پہلے ہوا نہ ہو تب بھی وہ بدعت ہے۔ اسلئے کہ یہ زیادۃ فی الدین ہے سلف کا معمول نہیں ہے حالانکہ ہمارے لئے سلف کے نقشِ قدم کی پیروی بہتر ہے۔ اور سلف صالحین میں کسی سے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے نیت مولود ایسا کیا ہو۔ (مدخل جلد اول [illegible])

واضح رہے کہ یہ امام ابن الحاج وہی ہیں جنکو آپکے اعلحضرت فاضل بریلوی نے اپنی تصانیف انبار المصطفیٰ وغیرہ میں "امام اجل" لکھا ہے۔ اور نیز اُن کی اسی کتاب مدخل سے استناد بھی کیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے مذکورہ بالا عبارت میں مولود کی اس شکل کو بھی بدعت اور زیادۃ فی الدین

لکھا ہے جیسی خلاف شریعت چیزیں ہوں۔ پس جبکہ علامہ ابن الحاج میلاد کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوئے آپ کے اعلحضرت کے نزدیک امام اجل ہو سکتے ہیں تو حضرت مولانا گنگوہی پر اعتراض کا کیا حق ہے؟ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ اگر کچھ جرأت وصداقت ہو تو امام ابن الحاج کو بھی وہابی بدمذہب کہئے۔ اور پھر قدرتِ خدا کا تماشا دیکھئے۔ اور اگر یہ جرأت نہ ہو تو پھر حضرت گنگوہیؒ کے اس فتوے پر اعتراض کرتے ہوئے شرمائیے۔ کیونکہ اس فتوی پر اس جلیل القدر امام کی مہر تصدیق ثبت ہے جسکو آپکے اعلحضرت نے امام اجل مانا ہے۔

نمبر ۱۹ — انیسواں اعتراض فتاوی رشیدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔

"یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو (یعنی کریم صلعم کو) علم غیب تھا صریح شرک ہے" فقط

(فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفا)

نہ معلوم معترض صاحب کے نزدیک اسمیں کیا چیز قابل اعتراض ہے۔ یہ چیز تو مسلمہ فریقین ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ چنانچہ آپکے اعلحضرت فاضل بریلوی خالص الاعتقاد ص۳۳ پر فرماتے ہیں

"علم غیب کا خاصۂ حضرتِ عزت ہونا بیشک حق ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ تم فرما دو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں"

خانصاحب کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالی کے ساتھ خاص ہے اور یہ اصول مسلمہ فریقین ہے کہ جو چیز حق تعالی کیلئے خاص ہو اسکو غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ لہذا بنا بریں کوئی بھی شرک نہ رہیگا۔

بہرحال خانصاحب کی مذکورہ بالا عبارت صاف صاف شہادت دے رہی ہے کہ رسول اللہ صلعم یا کسی دوسری مخلوق کیلئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب کا کلام علم غیب ذاتی یا علم محیط کلی تفصیلی کے متعلق ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد متصلاً انہوں نے اسکی تصریح بھی فرمادی ہے تو جواب یہ ہے کہ فتاوی رشیدیہ

کی عبارت میں بھی لفظ علم غیب سے یہی ذاتی اور محیط کل تفصیلی مراد ہے۔ اس کے ثبوت میں بھی ہم آپ کے اعلیٰحضرت ہی کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ فاضل بریلوی اپنی خالص الاعتقاد صفحہ ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"آیات و احادیث و اقوالِ علماء جنہیں دوسروں کیلئے اثباتِ علمِ غیب انکار ہے ان میں قطعاً یہی قسمیں ذاتی و محیط تفصیلی مراد ہیں۔"

اس عبارت میں خانصاحب نے قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا کہ علماء کے اقوال میں جہاں جہاں غیر اللہ کیلئے علم غیب سے انکار کیا گیا ہے وہاں قطعی اور یقینی طور پر بس یہی دو قسمیں مراد ہوتی ہیں جو خانصاحب کے نزدیک بھی حق تعالیٰ سے خاص ہیں۔ اور غیر اللہ کیلئے اُن کا اثبات شرک ہے۔ خانصاحب کی اِن تصریحات کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جس علم غیب کے عقیدے کو شرک لکھا ہے وہ مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک بھی شرک ہے۔

اخیر میں ہم خانصاحب کی ایک اور عبارت لکھتے ہیں جس میں انہوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا بھی علم غیب ذاتی غیر اللہ کیلئے ثابت کرے تو وہ مشرک و کافر ہے۔

خالص الاعتقاد صفحہ ۲۳ پر ہے۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کیلئے محال ہے۔ جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرّہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔"

کہئے اِس میں اور فتاویٰ رشیدیہ کے فتوے میں کیا فرق ہے؟

اب رہا حفظ الایمان کی عبارت کی بنا پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب پر شرک کا بیجا الزام تو یہ آپ کی صریح بددیانتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا ذفلہ حفظ الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بعض علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔ نہ علم غیب ذاتی و علم محیط تفصیلی کے کہ شرک ہے۔ چنانچہ حفظ الایمان کی حسب ذیل عبارتیں اسکا زبردست ثبوت ہیں۔

"مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اسکے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بناء پر لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ، اور لو کنت اعلم الغیب (الآیۃ) وغیرہ فرمایا گیا ہے (حفظ الایمان صفحہ)

اسی حفظ الایمان کے صفحہ ۹ پر ہے ۔

"اگر تمام علوم غیب مراد ہیں۔ اسطرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے۔ تو اسکا بطلان دلیل عقلی و دلیل نقلی سے ثابت ہے "

ان دونوں عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ حضرت مولانا کسی مخلوق کیلئے نہ علم غیب ذاتی کے قائل ہیں نہ علم محیط تفصیلی کے جو بالاتفاق شرک ہے۔ لہٰذا حضرت مولانا پر شرک کا بیجا الزام یہ آپ کی خباثت طبیعہ کا ایک ادنیٰ نتیجہ ہے اور تعجب تو یہ ہے۔ کہ آپکے اعلحضرت بھی رسول اللہ صلعم کیلئے بعض علم غیب عطائی ہی کے قائل ہیں نہ علم غیب ذاتی کے نہ محیط تفصیلی کے۔ جیسا کہ ان کی عبارات محولہ بالا سے معلوم ہو چکا۔ تو آپکے قول کے مطابق آپکے اعلحضرت خانصاحب بریلوی مشرک اور ذلیل شرک ہوئے یا نہیں؟ ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

نمبر ۲۰ :- معترض صاحب کا بیسواں اعتراض کوے کی حلت پر ہے۔ چونکہ اس مسئلہ پر مفصل اور مبسوط رسالے فریقین کیجانب سے لکھے جا چکے ہیں۔ اسلئے فہرست صرف اس کے متعلق ہم اتنا عرض کریں گے کہ یہ چیز تو سب کو مسلم ہے کہ غراب کی بعض قسمیں حلال ہیں، اور بعض حرام، اختلاف صرف مصداق میں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حلال وہی ہے جو ہمارے دیار کی آبادیوں میں پایا جاتا ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ فرعی ہے اور حلت و حرمت کہ اس قسم کے اختلافات اہل سنت میں موجود ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک گوہ کا کھانا جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز۔ علیٰ ہذا شوافع کے نزدیک لومڑی حلال ہے اور حنفیہ کے نزدیک حرام، نیز امام شافعی کی ایک روایت کی بنا پر بحری مینڈک حلال ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام۔ غرض حیوانات

کے متعلق اس قسم کے اختلافات جو اہل سنت میں ہوئے ہیں۔ اور غراب کے متعلق جو اختلاف ہے وہ اس سے بھی ہلکا ہے۔ کیونکہ یہاں ایک نوع کے غراب کی حلت متفق علیہ ہے۔ اختلاف صرف مصداق میں ہے۔ ذیل میں ہم فقہائے حنفیہ کی چند عبارات درج کرتے ہیں۔ جن سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ وہ غراب یہی ہے جو ہمارے دیار میں پایا جاتا ہے۔

چنانچہ تکملہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے "الغراب ثلثۃ انواع نوع یاکل الجیف فحسب فانہ لا یوکل ونوع یاکل الحب فحسب فانہ یوکل ونوع یخلط بینہما وھو ایضا یوکل عند الامام وھو العقعق لانہ کالدجاج۔ وعن ابی یوسف انہ یکرہ اکلہ لانہ غالب اکلہ الجیف والاول اصح"

زیلعی شرح کنز میں ہے

"الغراب ثلثۃ انواع، نوع یاکل الجیف فحسب فانہ لا یوکل ونوع یاکل الحب فقط فانہ یوکل ونوع یخلط بینہما وھو ایضا یوکل عند ابی حنیفۃ وھو العقعق لانہ کالدجاج وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یکرہ لان غالب اکلہ الجیف والاول اصح"

غراب کی تین قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو صرف مردار کھاتا ہے وہ تو حرام ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو صرف دانے کھاتا ہے وہ حلال ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو دانے اور مردار دونوں کھاتا ہے اور اسکو عقعق کہا جاتا ہے وہ بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے اسلئے کہ وہ مثل مرغ کے ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ تیسری قسم مکروہ ہے اسلئے کہ وہ اکثر مردار کھاتا ہے۔ لیکن امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب واضح ہے۔

صاحب جامع الرموز "الذی یاکل الجیف" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

"وفیہ اشعار بانہ لو اکل کل من الثلثۃ الجیف والحب جمیعا حل ولم یکرہ وقالا یکرہ والاول اصح کما فی الخزانۃ وغیرہ"

اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اگر غراب کی تینوں قسمیں ہی کریکے دانے اور مردار کھانا شروع کردیں تو سب حلال ہو گئے البتہ صاحبین کے نزدیک مکروہ ہوگا۔ لیکن اصح وہی پہلا ہے جیسے کہ خزانہ وغیرہ

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ کوے کی حلت وحرمت کا مدار صرف اختلاف غذا پر ہے۔

نوٹ: ان عبارات کا قریب قریب ترجمہ ہی ہو جو مقابل عبارت کا ہے ۱۲

اختلاف اشکال والوان پر۔ پس جو غراب کہ صرف دانے کھاتا ہے وہ بالاتفاق حلال ہے اور جو صرف نجاست اور مُردار خور ہے وہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور جو دانے اور نجاست دونوں کھاتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلا کراہت حلال اور جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بکراہت، لیکن صحیح تر قول امام صاحبؒ کا ہے" اور یہ مرغی کیطرح ہے کہ وہ بھی دانے اور نجاست دونوں کھاتی ہے مگر حلال ہے اور اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو کتب فقہ حنفیہ معتبرہ متداولہ، فتاویٰ عالمگیریہ، عنایہ شرح ہدایہ درمختار وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیے!

بہرحال علمائے احناف جس کوّے کی حلت کا فتویٰ دے رہے ہیں وہ وہی ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ رہا یہ کہ عوام کالانعام کو خوش کرنے کیلئے آپ امام ابوحنیفہؒ ہی کے مسلک کی مخالفت باوجود ادعائے حنفیت کے کریں تو یہ آپ ہی کا شیوہ ہے۔ اور اگر آپ کو امام صاحب کے اس مسلک کی مخالفت ہی کرنی تھی تو کوئی دلیل پیش کی ہوتی۔ کیا کسی چیز کی حرمت کیلئے آپ کا صرف اتنا لکھدینا کافی ہے کہ یہ چیز مولانا رشید احمد صاحب کے نزدیک حلال ہے۔

ع اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

علاوہ ازیں حضرت صاحب آپکی یہ کتنی بڑی شرمناک خیانت ہے کہ آپ نے غراب کی حلت کو صرف علمائے دیوبند کیجانب منسوب کر دیا، حالانکہ علمائے کانپور مولانا احمد حسن صاحب علمائے رامپور مولانا مفتی سعد اللہ صاحب، مولانا جعفر علیخانصاحب۔ علمائے لاہور مولانا غلام احمد صاحب مولانا ابو محمد احمد صاحب۔ علمائے علیگڈھ مولانا لطف اللہ صاحب، مولانا عبد رشید صاحب وغیرہ وغیرہ صدہا علمائے حنفیہ نے اسکی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ جو آپ کے بھی سرتاج ہیں (ملاحظہ ہو فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب) اگر ہمت ہو تو ان علمائے کرام پر بھی وہابیت کا فتویٰ لگائیے! ع

آن شوخ سُرخ جامہ سوار سمند شد یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

نمبر ۲۱، اکیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔ سائل نے ایک طویل سوال کے ضمن میں دریافت کیا تھا کہ تقویۃ الایمان کیسی ہے، اس کا پڑھنا اچھا ہے یا بُرا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اسکے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا، اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے، اور موجب ہے اجر کا۔"

معترض صاحب نے اس فتوی کا صرف آخری خط کشیدہ حصہ ازراہ خیانت نقل کیا ہے اور اگر فتوی کی پوری عبارت اس جگہ نقل کردیتے تو ناظرین اسی سے جواب بھی سمجھ لیتے کیونکہ اسمیں تصریح ہے کہ تقویۃ الایمان کے تمام استدلالات قرآن وحدیث سے ہیں۔ اور جس کتاب کے مضامین کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہو اور اسمیں کتاب وسنت ہی کی ترجمانی کیگئی ہو تو ظاہر ہے کہ اسمیں جو کچھ ہوگا وہ اسلام ہی ہوگا۔ پھر اسکا رکھنا، اور اسکا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا عین اسلام کا رکھنا، اور عین اسلام کا پڑھنا اور عین اسلام پر عمل کرنا ہوگا۔ کیونکہ اسلام انہیں عقائد و اعمال کا تو نام ہے جو کتاب وسنت میں بتلائے گئے۔ خلاصہ یہ کہ تقویۃ الایمان کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کو اگر اسلام کہا گیا تو صرف اس وجہ سے کہ اسمیں جو کچھ ہے وہ قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہے، اسمیں سب سے بڑی چیز جو اسکے تمام مضامین کی روح ہے وہ توحید کی تعلیم ہے۔ جس نے مسلم نما مشرکوں، قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں کو نعل در آتش کردیا اور ظاہر ہے کہ توحید اسلام کا رکن رکین ہے۔ خاص اسی لحاظ سے اسکو عین اسلام کہا گیا ہے کہ اسمیں جو کچھ ہے اسلام ہی کی تشریح ہے۔ لیکن باوجود اسکے آپکا یہ ہذیان کہ قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان کا درجہ قرآن مجید سے بڑھا ہوا ہے۔ آپکی جہالت وبطالت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ البتہ اب مجتہد صاحب کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو اپنے وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ:-

"میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اسپر مضبوطی سے قائم رہنا ہر مومن کو

اہم فرض ہے۔ (ملاحظہ ہو وصایا شریف صد۱۲ مطبوعہ بریلی)

غضب خدا کہ سب سے زیادہ اہم فرض بتلایا تو اس دین و مذہب پر قائم رہنے کو جو قرآن یا احادیث سے نہیں بلکہ خود بدولت کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خانصاحب کے نزدیک اُنکی کتابوں کا جو اعلیٰ مرتبہ ہے وہ قرآن مجید کو بھی حاصل نہیں۔ اگر اللہ نے توفیق دی اور ضرورت بھی پڑی تو کبھی ہم ان خانصاحب کا وہ دین و ایمان بھی ہدیہ ناظرین کریں گے جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے جس کے مطالعے کے بعد ہر مسلمان کا دل پکار اٹھیگا ؎

ہرگز م باور نمی آید ز روئے اعتقاد — این ہمہ را گفتن و دین پیمبر داشتن

نمبر ۲۲:- بائیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ کی حسب ذیل عبارت پر ہے حصہ دوم صفحہ ۱۱

"اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں"

اعتراض یہ ہے کہ پھر وہابی کہنے سے دیوبندی کیوں چڑھتے ہیں، کیا دیندار اور متبع سنت ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے"

واقعہ یہ ہے کہ حضرت علمائے دیوبند امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پکے مقلد اور سچے سنی حنفی ہیں۔ چنانچہ باوجود سخت تعصب و عناد کے معترض صاحب نے بھی اُنکی حنفیت کو جواب۲۳ میں تسلیم کیا ہے۔ مگر آجکل ہندوستان کے اکثر حصوں میں بدعتیوں کا شعار ہوگیا ہے کہ عوام کو دھوکا دینے کیلئے اس جماعت حقہ کو وہابی کہا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ اہل سنت اور احناف کے علاوہ یہ کوئی دوسرا فرقہ ہے۔ تاکہ بدعات قبیحہ در خرافات شنیعہ کے پروپیگنڈے کیلئے اچھا موقعہ ہاتھ آئے۔ پس حضرت مولانا گنگوہی کا یہ ارشاد کہ "اس وقت ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں" بالکل صحیح ہے۔

اور رہا آپ کا یہ خیال کہ وہابی کہنے سے دیوبندی کیوں چڑتے ہیں تو یہ آپ کی محض ناز بڑ ہے البتہ آپ کا یہ ناپاک پروپیگنڈہ قابل نفرت و ملامت ضرور ہے۔ رہا دیندار و متبع سنت ہونا تو یہ اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے جو قبر پرست یا تعزیہ پرست ہو، عرسوں اور قوالیوں میں ناچنے والا ہو۔

ڈھولک اور ستار بجانیوالا ہو، چادریں اور گاگریں چڑھانیوالا ہو، خانصاحب کے اس دین و مذہب پر فدا ہونیوالا ہو جبکہ ہر رضاخانی کا مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

ہاں اس موقعہ پر ہم معترض صاحب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب آپ لوگوں کے نزدیک خانصاحب کے اس دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے جو کتاب و سنت سے نہیں بلکہ خود بدولت کی کتابوں سے ظاہر ہے اور اسی وجہ سے آپ لوگ اُن کو اپنا امام برحق و مجدد ملت بھی مانتے ہیں تو پھر جبکہ آپ لوگوں کو رضاخانی کہا جاتا ہے تو اس لفظ سے چڑنے کی کوئی وجہ نہیں، لیکن باایں ہمہ آپ لوگ چڑتے ہیں، کیا خانصاحب کے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا بڑا معلوم ہوتا ہے، دیکھا، کما تدین تدان۔ ایکا امر ہے

نمبر ۲۳: معترض صاحب کا تئیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۹ کے مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے۔

سوال:۔ عبدالوہاب نجدی کیسے شخص تھے۔

الجواب:۔ محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا، مگر تشدید اُسکے مزاج میں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد بن عبدالوہاب کے متعلق مختلف قسم کی شہرتیں ہیں۔ اس زمانہ کے بعض علماء کا یہ بھی خیال ہے کہ اُس کے عقائد اچھے نہیں تھے۔ چنانچہ شامی نے ایسا ہی لکھا ہے اور بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ اُسکا مسلک علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے موافق تھا۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانیؒ جو اس زمانہ کے جلیل القدر حنفی عالم اور بغداد کے مفتی اعظم تھے اُسکے متعلق یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ مذہباً حنبلی تھا اور اُسکے خلاف جو مذہبی پروپیگنڈا کیا گیا وہ غلط اور اُسکو سیاسی شکست دینے کیلئے تھا۔ غرض محمد بن عبدالوہاب کے متعلق دونوں قسم کے بیان موجود ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کو آخرالذکر اطلاعات زیادہ باوثوق ذرائع سے پہنچیں۔ اسلئے انہوں نے اس کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا، چنانچہ انہوں نے اسکی تصریح بھی فرمادی ہے کہ یہ اس خیال کی بنیاد ان اطلاعات پر ہے کہ وہ حنبلی المذہب تھا، عامل بالحدیث تھا شرک بدعت سے لوگوں کو روکتا تھا۔ اور جس شخص کے ایسے حالات ہوں وہ یقیناً اچھا آدمی کہا جائے گا

لیکن اکابر علمائے دیوبند میں سے بعض حضرات وہ بھی ہیں جن کو اسکے خلاف اطلاعات پہنچیں، اور انہوں نے اپنی تصانیف میں محمد بن عبدالوہاب اور اسکی جماعت کے خلاف لکھا چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں محمد بن عبدالوہاب اور اسکی جماعت کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔

الغرض علامہ محمود آلوسی مفتی بغداد اور حضرت مولانا گنگوہیؒ نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق جو خیال ظاہر کیا وہ ان خبروں کی بنا پر تھا۔ جو ان کو پہنچیں۔ اور علامہ شامیؒ اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے جو اس کے خلاف خیال ظاہر کیا وہ ان اطلاعات کی بنا پر تھا جو ان کو پہنچیں۔ اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ غوث پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر علمائے امت میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ہوا کہ تمام علما و حضرت امام صاحب کو اہل سنت کا امام مانتے ہیں۔ اور حضرت غوث اعظم نے بعض چغلخوروں کی کچھ اطلاعات کی بنا پر اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں آپکو فرقۂ ضالہ مرجیہ میں لکھدیا۔ لیکن یہ اختلاف فی الحقیقت مسلک کا نہیں بلکہ اطلاعات کا ہے

اور ایسا ہی وہ اختلاف ہے جو خود حضرت غوث اعظمؒ کے متعلق جلیل القدر عالم امام ابن جوزی محدث، اور دیگر علمائے امت میں ہوا۔ کہ امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں حضرت شیخ علیہ الرحمہ کو کافر تک لکھدیا۔ اور دوسرے علمائے امت حضرت قدس سرہ کو اکابر اولیا سے مانتے ہیں۔ پس یہ اختلاف فی الحقیقت مسلک کا اختلاف نہیں بلکہ اطلاعات کا اختلاف ہے کہ امام ابن الجوزی کو بدباطن لوگوں نے حضرت شیخ کے متعلق اس قسم کی اطلاعات پہنچائیں جیسے

کرجھوٹوں کے بادشاہ مجدد التکفیر والبدعات مولوی احمد رضا خاں نے علمائے دیو بند کے متعلق علمائے حرمین شریفین تک غلط اطلاعات پہنچائیں اور دھوکہ دیکر اپنے کفری فتوے حسام الحرمین کی تصدیق کرائی۔)

اخیر میں ہم تتمہ کلام کے طور پر اتنا اور عرض کر دیتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد و اعمال اگر اچھے تھے تو وہ عند اللہ بھی اچھا ہے اور اگر بُرے تھے تو وہ عند اللہ بھی بُرا ہے — تلك أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون ٥

نمبر ۲۴: چوبیسواں اعتراض فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۴۹ کے اس فتوی پر ہے جس میں علمبردار توحید و سنت قامع شرک بدعت مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ولی اور شہید ثابت کیا گیا ہے۔

معترض صاحب نے اس موقعہ پر فتاوی کی عبارت ناقص نقل کی ہے۔ ہم اس پوری عبارت کو نقل کرتے ہیں۔

الجواب:۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عالم متقی، بدعت کے اُکھاڑنے والے اور سُنت کے جاری کرنیوالے، اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے، اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے۔ اور تمام عمر اسی حال میں رہے، آخر کار جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جبکہ ظاہر حال ایسا ہوئے وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاؤہ الا المتقون، کوئی نہیں اولیاء حق تعالیٰ کا سوائے متقیوں کے۔

بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور حسب فحوائے حدیث من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقتہ فقد وجبت لہ الجنۃ (الحدیث) کے وہ جنتی ہیں سو ایسا جو شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقوے کیساتھ ہو اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو وہ قطعی جنتی ہے۔ اور مخلص ولی ہے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۴۹)

معترض صاحب فائدہ کے تحت میں اسپر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ کہ
"عقیدت اسی کو کہتے ہیں قرآن وحدیث سے مولوی محمد اسمعیل کو ولی اور شہید
بنا ڈالا"

بیشک ولایت اور شہادت ایسی ہی چیز کہ جسکو قرآن و حدیث سے ہی ثابت کیجا سکتی ہے
آپکے نزدیک ان چیزوں کا ثبوت شاید وید، شاستر، منوسمرتی، وصایا شریف، ملفوظات اعلحضرت
اور امانت وغیرہ سے ہوتا ہوگا ۔ معترض صاحب نے اس موقعہ پر بڑے درد آمیز لہجہ میں یہ
شکایت بھی کی ہے کہ :-

"غوث پاک رضی اللہ عنہ اور اولیا اکرام کیلئے کبھی ایسی تکلیف گوارا نہ ہوئی
اُن کی گیارھویں اور فاتحہ کو شرک کہتے کہتے عمر گذار دی"

معترض صاحب آپ حضرت شہید دہلوی کی ولایت و شہادت کے منکر ہوکر سامنے آئے ہیں
اسلئے ہمیں ضرورت پڑی ہے کہ اُن کی ولایت و شہادت کو ثابت کریں ۔ اور اگر آپ کا کوئی بھائی
حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ولایت کا منکر ہوکر سامنے آئے تو آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ
حضرت قدس سرہٗ کی ولایت کا ثبوت بھی ہم قرآن وحدیث ہی سے دیں گے ۔
مگر ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے ۔ اعلحضرت فاضل بریلوی نے اپنی ولادت اور وفات کی تاریخیں
قرآن کریم سے خود استخراج فرمائی ہیں ۔ تاریخ ولادت ۔ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان
وایدھم بروح منه ۔ تاریخ وفات ویطاف علیہم بآنیة من فضة واکواب
۱۲۷۲ ۱۳۴۰
کہئے ان بڑے میاں کے متعلق کیا فتویٰ ہے ۔

ہاں یہ شکایت آپ کی بالکل بجا ہے کہ ہمارے اکابر نے گیارھویں، فاتحہ، پنجہ، دسویں
بیسواں، چالیسواں، برسی، عرس وغیرہ بدعات کا رد کرتے کرتے عمریں گذار دیں ۔ سچ
پوچھئے تو آپ حضرت کی یہ ساری جھنجھلاہٹ اسی سبب سے ہے کہ حلیمی، فیرنی چھن گئی حلوے بڑے
بند ہوگئے ۔ پوری، کچوریوں میں کمی آگئی، حد ہوگئی کہ اُرد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم بھی

کوئی نہیں چڑھاتا - درحقیقت ہمارے اکابر کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ انہوں نے آپ حضرات کی شکم پروری کے دروازے بند کر دیئے - آقائے کائنات روح دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہت سے بتوں کے پجاریوں کو یہی شکایت تھی کہ آپ کی اس دینی تحریک سے ہمارے دیوتاؤں کے چڑھاووں میں بہت کمی آتی ہے - سچ ہے - تشابہت قلوبہم

نمبر۲۶ و ۲۷ :- معترض صاحب کا چھبیواں و ستائیسواں اعتراض صراط مستقیم مقدس کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے - :

"صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود ست کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان میچسپد بخلاف گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر می بود وایں تعظیم و اجلال غیر کہ درنماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک می کشد"

عبارت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے ہم معترض صاحب کی دو صریح خیانتوں پر ناظرین کو مطلع کرنا چاہتے ہیں - پہلی خیانت تو یہ کی کہ اس عبارت کو حضرت مولانا شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف منسوب کیا حالانکہ یہ عبارت مولانا کی اپنی نہیں ہے اور نہ صراط مستقیم حضرت مولانا کی مستقل تصنیف ہے - بلکہ وہ ان کے شیخ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے - جس کے بعض ابواب کی ترتیب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے - اور بعض ابواب کو خود حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے - مذکورہ بالا عبارت باب دوم میں ہے اور وہ مولانا عبدالحی صاحب کا مرتب کردہ ہے - جیسا کہ خود صراط مستقیم میں اس کی تصریح موجود ہے - پس حضرت شہید کو مطعون کرنے کیلئے اس عبارت کو ان ہی کیجانب منسوب کرنا شرمناک خیانت ہے -

دوسری خیانت یہ کی گئی کہ عبارت میں "صرف ہمت" کا لفظ تھا جس کا دوسرا نام صوفیہ کی اصطلاح میں شغل برزخ اور شغل رابطہ ہے - خائن معترض نے اسکو خیال آنے سے تعبیر کر دیا

حالانکہ "صرف ہمت" اور خیال آنے یا لانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن جس کے مذہب کا سنگِ بنیاد ہی افترا پردازی اور بہتان طرازی ہو اُس سے اس قسم کی خیانتوں کی شکایت بالکل بے نتیجہ ہے۔ اسلئے اب ہم صراطِ مستقیم کی اصل عبارت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پہلے چند اُمور بطور تمہید کے عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱) صوفیہ کے بعض سلسلوں میں شغلِ برزخ رائج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کی توجہ کو یکسو کرنے کیلئے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ مراقبہ میں اپنے شیخ کا تصور کرے اور تمام خیالات سے اپنے دل کو خالی کرکے اسمیں شیخ کی صورت کو جمائے اور بس اسی کا دھیان باندھے کبھی یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اسی طرح مراقبہ میں وہ رسول اللہ صلعم کا تصور کرے اور اپنے دل کو ہر قسم کے خیالات و خطرات سے خالی کرکے اسمیں رسول اللہ صلعم ہی کا دھیان باندھے۔ حتیٰ کہ اُس وقت قلب میں حق تعالیٰ کا بھی دھیان نہ ہو۔ تاکہ پوری یکسوئی حاصل ہوجائے

غرض شغلِ برزخ کی یہ صورت تھی جو صوفیاء کے بعض سلاسل میں رائج تھی۔ اور اب تک بھی رائج ہے۔ اور اسی کا دوسرا نام صرفِ ہمت ہے۔

(۲) صراطِ مستقیم کی مندرجہ بالا عبارت میں گاؤ خر کے الفاظ آئے ہیں، فارسی محاورہ میں گاؤ خر متاعِ دُنیا کو کہتے ہیں۔ چنانچہ فارسی کی ایک بہت مشہور مثل ہے۔

"مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت"

جب کوئی شخص کسی واقعہ سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرتا ہے تو وہ یہ مثل کہتا ہے جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی نے کچھ کیا ہمیں اس سے کیا غرض، نیز فارسی کا مشہور شعر ہے ؎

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر   ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ظاہر ہے کہ اس شعر میں گاؤ خر سے صرف گدھا اور بیل مراد نہیں، بلکہ تمام وہ چیزیں مُراد ہیں جو خدا سے غافل کرنے والی ہوں۔ گاؤ خر کی یہ شرح خود صراطِ مستقیم میں بھی مذکور ہے۔

(۳) صراطِ مستقیم میں جس مقام پر یہ عبارت ہے وہاں اخلاص فی العبادت کا بیان ہے

اور یہ ذکر کیا جا رہا ہے کہ شیطان کسطرح عبادت میں خلل انداز ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے یہ بتلایا گیا ہے کہ شیطان کے گمراہ کرنے کا طریقہ ہر مذاق کے انسان کے ساتھ جداگانہ ہے۔ ایک نحوی وصرفی کی نماز کو وہ اسطرح خراب کرتا ہے کہ قرأت کے وقت اسکو کلمات قرآنیہ کی نحوی ترکیب، وصرفی تعلیل میں الجھا دیتا ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ خشوع وخضوع جو نماز کا مغز ہے باقی نہیں رہتا، اور مثلاً ایک فقہ سے دلچسپی رکھنے والے کو وہ فقہی استنباطات میں الجھا دیتا ہے۔ اور اسطرح وہ خشوع اور خضوع سے دور جا پڑتا ہے۔ اسی طرح سالکان راہ طریقت کو بھی بعض ایسی چیزوں میں الجھاتا ہے۔ جو اُن کے مذاق کی ہوں۔ مگر حقیقت خشوع سے دور کرنے والی ہوں۔ انہیں میں سے ایک شغل برزخ بھی ہے جسکو صرف ہمت بھی کہتے ہیں

ان تمہیدی مقدمات کے بعد سمجھئے کہ مراط مستقیم کی زیر بحث عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر اپنے شیخ یا کسی بزرگ یا رسول اللہ صلعم کیطرف صرف ہمت کرنا یعنی اپنے قلب کو تمام خیالات حتیٰ کہ توجہ الی اللہ سے بھی قصداً خالی کر کے اور پھر کر شیخ یا رسول اللہ صلعم ہی کو مرکز توجہ بنا لینا، یہ زیادہ مضر ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان دوسری دنیوی چیزوں کے وساوس میں مستغرق ہو جاوے۔ کیونکہ اوّل تو وساوس اپنے قصد واختیار سے نہیں ہوتے پھر یہ کہ مسلمان کو ان سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ جو مفضی الی التعظیم ہو بلکہ اُن کی حقارت دنظر رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسکو اسطرف توجہ ہوتی ہے تو وہ خود اپنے تمام وسوسوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ اور پھر خشوع خضوع پیدا کرتا ہے۔ بخلاف صرف ہمت کے کہ اسمیں بالقصد اپنی توجہ کا مرکز شیخ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا جاتا ہے اور اسوقت ان کے تصور کے سوا ہر خیال کو حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے خیال کو بھی دل سے نکال کر شیخ یا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی صورت کو تعظیم واجلال کے ساتھ محو ومقصود بنانا پڑتا ہے جس سے انسان نماز میں خدا کیطرف توجہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور اسکی تعظیم وتکریم اسوقت غیر اللہ کیلئے ہوتی ہے جو شرک کے خطرہ سے خالی نہیں۔ حالانکہ خود سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (الحديث)

عبادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اسطرح متوجہ ہو کر خدا کی عبادت کرو کہ گویا تم اسکو دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اسکو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے

اور ظاہر ہے کہ جو شخص نماز میں شغل رابطہ کرے یعنی اپنے شیخ یا رسول اللہ صلعم کیطرف صرف ہمت کرے تو اسکو بالقصد خدا کی طرف سے توجہ ہٹانی پڑیگی۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے باغی ہوگا۔

بخلاف اس شخص کے جس کے دل میں غیر قصدی طور پر دنیاوی وساوس آویں کہ وہ شرعاً معذور ہے اور نیز جو وقت بھی اسکو یہ خیال آجائیگا کہ میں نماز میں ہوں تو وہ فوراً ان وسوسوں کو دل سے نکالنے کی کوشش کریگا۔

بہرحال نماز میں شیخ یا رسول اللہ صلعم کیطرف صرف ہمت کرنے اور دوسرے دنیاوی وساوس آنے میں یہ فرق ہے اور اسی وجہ سے صرف ہمت کو بہ نسبت وساوس کے بدتر کہا گیا ہے۔

لیکن بغیر اس شغل رابطہ اور صرف ہمت کے نماز میں رسول اللہ صلعم کے خیال کا آنا یا حسب حق لانا ہرگز مضر نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آئے بغیر نماز کامل ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ نماز میں وہ آیات جنمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہے اور التحیات اور درود شریف پڑھے جاتے ہیں۔ اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص نماز میں ان کو پڑھے۔ اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ آئے کیونکہ ان میں آنحضرت صلعم کا ذکر پاک ہے لیکن ہم عرض کر چکے ہیں کہ خیال آنے دلانے، اور صرف ہمت، میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس فرق کو نہ سمجھے والا یقیناً سخت جاہل ہے۔ ۵

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مزید تسہیل کیلئے ہم اسکی ایک مثال بھی عرض کرتے ہیں۔ ایک شخص فریضۂ حج ادا کرنے کیواسطے گھر سے روانہ ہوا۔ پس اگر وہ اپنی غلط کاری سے بمبئی یا کراچی کی سیر و تفریح میں معروف ہوجائے

تو اس کے متعلق یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ جس وقت اسکو یہ خیال آئیگا کہ مجھے کہاں جانا ہے اور میں کہاں ہوں تو وہ اس سیر و تفریح کے بیکار مشغلے کو چھوڑ کر منزل مقصود بیت اللہ کیطرف روانہ ہوجائیگا ۔ لیکن اگر یہی شخص کراچی یا بمبئی سے سیدھا مدینۂ طیبہ چلا جائے اور وہاں کی روحانی لذتوں سے بہرہ اندوز ہوکر اسی کو اپنی منزل مقصود قرار دے لے تو اگرچہ وہ تاجدار مدینہ صلعم کے فیوض سے متمتع ہوگا لیکن ظاہر ہے کہ اسکا فریضۂ حج رہجائیگا ۔ اور رسول خدا صلعم اس ترک فرض کی بنا پر یقیناً اس سے ناراض ہونگے ، ہاں اگر وہ مدینۂ طیبہ اس طور پر جائے کہ فریضۂ حج سے محروم نہ رہے تو یہ اسکے سعادت دارین کا باعث ہوگا ۔

ٹھیک اسی طرح سمجھئے کہ جو شخص نماز کی حالت میں دُنیاوی وساوس میں مبتلا ہو اس سے یہ اُمید کیجاتی ہے کہ جس وقت اُسکو تنبہ ہوگا وہ ان وساوس کو دل سے نکالکر متوجہ بحق ہوجائیگا ۔ لیکن جو شخص نماز میں داخل ہونیکے بعد شغل برزخ یعنی صرف ہمت شروع کردے تو اُس سے یہ توقع نہیں کیونکہ یہ قصدی اور اختیاری چیز ہے نیز اسمیں تمام خیالات حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے خیال کو بھی دل سے نکالنا شرط ہے ۔ جو حقیقت نماز کے قطعاً منافی ہے ۔ اسلئے یہ چیز بہ نسبت وساوس کے زیادہ مضر ہوگی ۔ اور انجام کار وہ شخص خشوع سے محروم رہیگا ۔ اور خدائے عزوجل اور رسول اللہ صلعم کی نافرمانی کیوجہ سے یقیناً وہ گنہگار ہوگا ۔

اور جو شخص بغیر صرف ہمت کے موقع اور محل سے آنحضرت صلعم کا خیال لائے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اپنی توجہ کو منقطع نہ کرے (جیسا کہ صرف ہمت میں کیا جاتا ہے) تو اُسکی نماز کامل بلکہ اکمل ہوگی ۔ اور خود اسی صراط مستقیم میں اس مقام پر تصریح ہے کہ اگر حالت نماز میں بن جانب اللہ ملائکۃ الرحمٰن یا ارواح انبیاء و اولیاء کا انکشاف اور اُن سے ملاقات ہو تو وہ قبیح اور مذموم نہیں بلکہ حق تعالیٰ کا جلیل القدر انعام ہے ۔ جو خاص عباد مخلصین کو دیا جاتا ہے ۔ ہاں قبیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ کیطرف سے توجہ پھیر کر اُن چیزوں کی فکر میں لگا جائے ، اصل عبارت صراط مستقیم کی اسطرح ہے

" و نباید دانست کہ سنوح مسائل غریبہ و کشف ارواح و ملائکہ در نماز قبیح است ،

بلکہ توجہ ہمت وقصد ایں کار در اولویت و امتزاج ایں معاد رنیت مخالف خلوص مخلصاں است ، و آنا سنوح و کشف مذکورین پس از قبیل خلعتہائے فاخرہ است کہ مخلصان متفرقی حضور حق را بسبب وفور عنایتہا بآں می نوازند بس در حق ایشاں کمالے است کہ در ہولن مثال مجسم گردیدہ ولہٰذا ایشاں عباد تے ست کہ ثمرہ اش بنظر رسیدہ "

صراط مستقیم کی اس تصریح کے بعد بھی اگر کوئی مفتری یہ کہے کہ (معاذ اللہ) حضرت شہیدؒ کے نزدیک نماز میں حضور کا خیال آنا بُرا ہے تو وہ کذاب ہے اور لعنت اللہ علی الکاذبین " ہمارے[5] پاس اس کا جواب ہے ۔

یہاں تک تو ہم نے صراط مستقیم کی عبارت کا مطلب واضح کیا ہے ۔ اس کے بعد ناظرین کی خدمت میں ایک دوسری چیز عرض کرتے ہیں ۔

(ا) رضاخانیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ عبارت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ہے ۔

(ب) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین کی گئی ہے اور آپ کو معاذ اللہ صریح گالیاں دی گئی ہیں ۔ اور اس میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں ۔ (ملاحظہ ہو کوکبۂ شہابیہ صفحہ ۳۳)

اور یہ بھی اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی شانِ پاک میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر جہنمی ہے جو اُس کے کفر اور عذاب ابدی میں شک کرے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے ۔

بایں ہمہ آپ کے اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب انہیں حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے متعلق تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں ۔

" اور میں امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا "

---

[5] اس بحث کی پوری تفصیل اگر کسی کو دیکھنی ہو تو دفتر الفرقان بریلی سے " شاہ شہید " منگوا کر دیکھے ۔ جس میں صراط مستقیم کی اس پوری فصل کی نہایت مبسوط اور واضح شرح کی گئی ہے ۔
قیمت کاغذ اعلیٰ ۱۰ / کاغذ معمولی ۸ / (ناظم دفتر الفرقان بریلی)

نیز اسی شہید ایمان صفحہ ۲۲ پر حضرت شہیدؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں ۔

" علمائے مخاطبین انہیں کا فر نہیں ، ہو الجواب وفیہ الصواب و بہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد "

اب کیا فرماتے ہیں مصباح جدیدہ کے نئے مصنف اور رضاخانی برادری کے دوسرے علماء کرام کہ آپکے اعلیٰ حضرت شہید مرحوم کو مسلمان ملکر کافر ہوئے یا نہیں ؟ اور اب ان کو اعلحضرت کہنے نے بلکہ ان کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ماننے والے بلکہ اُن کے کفر میں ذرہ برابر شک کرنیوالے کافر، مرتد خارج از اسلام ہوئے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

خدا کے شہید تجھ پر تیرے مولیٰ کی بیشمار رحمتیں ، تو نے زندگی میں بھی جب دکیا اور کافر کو کیفر کردار تک پہنچایا ۔ تو حسب تصریح قرآن آج بھی زندہ ہے اور بیشک تیرا روحانی جہاد آج بھی جاری ہے ۔ دشمنانِ صداقت کو آج بھی تیرے وار سے پناہ نہیں ، تیری شان میں گستاخیاں کرنیوالے " شاهدین علی انفسھم بالکفر " کے مطابق خود اپنے منہ سے کافر بن رہے ہیں ۔ بیشک تو شہید ہے ، ہاں تو زندہ ہے ، تیری کرامت حق ہے ، تیری روح پاک پر اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ۔

نمبر ۲۷ معترض صاحب کا ستائیسواں اعتراض یہ ہے ۔

بہشتی زیور حصہ اول صفحہ ۴۵ پر ہے ، کفر اور شرک کی باتوں کا بیان ، اسی میں ہے کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اسکو خبر ہوگئی ، کسی سے مرادیں مانگنا ، کسی کے سامنے جھکنا ، اسی میں صفحہ ۴۶ پر ہے ، سہرا باندھنا ، علی بخش ، حسین بخش ، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا ، یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جائیگا ۔

معترض صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں جن چیزوں کو کفر و شرک کی باتوں کے بیان میں لکھا گیا ہے وہ فی الحقیقت کفر و شرک نہیں ہیں ۔ اور نہ اُن کے کرنے سے کوئی کافر و مشرک ہوتا ہے ۔

معترض صاحب نے اس موقعہ پر بہشتی زیور صفحہ ۴۵ کے حوالے سے جو تین چیزیں نقل کی ہیں وہ تو فی الحقیقت موجب شرک ہیں جیسا کہ انشاء اللہ ہم ابھی عرض کریں گے۔

البتہ صفحہ ۴۶ سے جو تین چیزیں نقل کی ہیں وہ بیشک ایسی نہیں ہیں جنہیں کرنے سے آدمی فی الحقیقت کافر و مشرک ہو جاتا ہو۔ اور نہ ان چیزوں کو بہشتی زیور میں موجب شرک و کفر کہا گیا ہے۔ یا معترض صاحب کا یہ مغالطہ کہ جب کفر و شرک کی باتوں کے بیان میں اُن کا ذکر کر دیا گیا تو گویا اُن کو بھی موجب کفر و شرک ہی قرار دیا گیا۔ تو اسی کے ازالہ کیلئے بہشتی زیور کے مکمل ایڈیشنوں میں حاشیہ پر اسکو واضح کر دیا گیا ہے کہ کفر و شرک کی باتوں سے صرف موجبات کفر و شرک ہی نہیں مراد ہیں بلکہ وہ تمام امور مراد ہیں جو کفر و شرک سے کوئی تعلق رکھتے ہوں۔ چنانچہ بہشتی زیور مکمل مدلل معنونہ کتب خانہ کے صفحہ ۴۳ پر یہ عنوان ہے۔

"کفر و شرک کی باتوں کا بیان"

پھر اس پر ذیل کا حاشیہ لکھا گیا ہے۔

یعنی اُن باتوں کا بیان جنکو کفر و شرک کیساتھ ایک قسم کا خاص تعلق ہے۔ خواہ اس وجہ سے کہ موجب شرک و کفر ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ رسوم و اوضاع کفار و مشرکین سے ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ موہم کفر و شرک سے ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ مفضی الی الشرک ہیں۔

اس حاشیہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس عنوان کے ماتحت وہ چیزیں بھی ذکر کی جائیں گی جو حقیقتاً کفر و شرک ہیں اور وہ چیزیں بھی ذکر کی جائیں گی جو اگرچہ فی الحقیقت کفر و شرک نہیں لیکن موہم شرک ہیں یا مفضی الی الشرک ہیں۔ یا کفار و مشرکین کے اوضاع و اطوار سے ملتی جلتی ہیں۔ جیسا سہرا باندھنا۔ علی بخش، حسین بخش وغیرہ نام رکھنا کسی کام کو اللہ اور اس کے رسول (صلعم) دونوں کی مشیت پر محمول کرنا۔ اگرچہ حقیقتاً کفر و شرک نہیں لیکن موہم شرک ضرور ہیں۔ اور اسی واسطے حدیث شریف میں ان چیزوں سے صاف صریح ممانعت وارد ہوئی ہے۔

اسی طرح سہرا باندھنا بھی اگرچہ کفر و شرک نہیں لیکن وہ کفار کی رسوم میں سے ہے۔

بہرحال بہشتی زیور میں اس موقعہ پر ان چیزوں کا بیان اسی حیثیت سے کیا گیا ہے کہ یہ چیزیں موہم شرک اور کفار و مشرکین کی رسوم سے ملتی جلتی ہیں، اور حاشیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں اس چیز کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے، ایسی حالت میں معترض صاحب کا بہشتی زیور کی اس عبارت پر اعتراض کرنا اور حاشیہ کے نوٹ سے آنکھیں بند کر جانا انتہائی شرمناک بد دیانتی ہے۔

لیکن بالفرض اگر بہشتی زیور کے حاشیہ پر اس جگہ یہ نوٹ بھی نہ ہوتا تب بھی معترض صاحب کو کسی طرح اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ تھا۔ بلکہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہاں ان چیزوں کا بیان صرف ضمناً اور تبعاً آگیا ہے۔ یا یہ کہ ان چیزوں کو تغلیظاً اور تشدیداً کفر و شرک کے بیان میں لکھ دیا گیا ہے اگر معترض صاحب کو قرآن و حدیث کے مطالعہ کی کبھی توفیق ہوئی ہے تو ان کو معلوم ہو گا کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض ایسے گناہوں پر جو حقیقتاً کفر و شرک نہیں ہیں۔ تغلیظاً اور تشدیداً کفر کا اطلاق کیا ہے اور اسی واسطے علمائے امت نے "کفر دون کفر، شرک دون شرک" کے اصول کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ جس حدیث میں عمداً نماز کے ترک کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے؟ حنفیہ کے نزدیک اسکی توجیہ یہی ہے کہ اسکو تغلیظاً کفر کہہ دیا گیا ہے۔ نیز حدیث شریف میں غیر اللہ کی قسم کھانے کو بھی شرک کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقی شرک نہیں۔ بلکہ ایک معصیت ہے۔ علیٰ ہٰذا قرآن حکیم میں عبد الحارث نام رکھ دینے پر بھی شرک کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ فلما اتاھما صالحا جعلا له شرکاء کی تفسیر حدیث شریف میں یہی وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف کتاب التفسیر

اور ظاہر ہے کہ شرک فی التسمیہ وہ حقیقی شرک نہیں جو موجب خلود فی النار ہو۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح آیات و احادیث میں ان امور (ترک صلوٰۃ عمداً، حلف بغیر اللہ اور عبد الحارث نام رکھ دینے) کو محض تغلیظاً کفر و شرک کہہ دیا گیا ہے، اسی طرح بہشتی زیور میں بھی شرک فی التسمیہ، شرک فی المشیۃ وغیرہ کو اس باب میں نقل کر دیا گیا ہے۔ پس معترض صاحب میں اگر جرأت و ہمت ہو تو بہشتی زیور کے پہلے وہ قرآن، حدیث پر اعتراض کر کے خدا اور اسکے رسول صلعم سے جنگ کا اعلان کریں لیکن غالباً

(۵) ایسا نہ کریں گے کیونکہ پھر نوکری کی خیر نہیں ۔

بقول معترض صاحب بہشتی زیور صفحہ ۴۴ پر کفر و شرک کی باتوں کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے "کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اسکو خبر ہو گئی کسی سے مرادیں مانگنا، کسی کے سامنے جھکنا"۔

معترض صاحب کو ان چیزوں کے کفر و شرک ہونے میں ابھی کلام ہے حالانکہ یہ تینوں چیزیں فی الحقیقت شرک ہیں ۔ بیشک اللہ کے سوا کسی دوسرے کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر جگہ سے ہر ایک کی بات سنتا ہے ۔ شرک ہے ۔ کیونکہ یہ چیز لوازم الوہیت میں سے ہے ۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۲ پر فرماتے ہیں

(انبیاء و مرسلین علیہ السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند

(اور انہیں عقائد باطلہ شرکیہ میں سے یہ بھی ہے) کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت مثلاً علم غیب اور ہر شخص کی فریاد کا ہر جگہ سننا اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرے ۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی فریاد کو ہر جگہ سے سننا یہ لوازم الوہیت میں سے ہے ۔ پس اگر غیر کے لئے کوئی شخص اسکو مانیگا تو یقیناً شرک ہوگا اعاذنا اللہ منہا ۔

ایسے ہی اللہ کے سوا کسی دوسرے کو مستقل حاجت روا سمجھنا اور اس بنا پر اس سے مرادیں مانگنا بھی شرک ہے کیونکہ یہ محض حق اللہ ہے ۔ اُستاذ آفاق حضرت شاہ اسحاق صاحب مسائل اربعین میں علامہ طاہر گجراتی کی کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار سے نقل فرماتے ہیں ۔

ان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ

عبادت اور حوائج طلب کرنا، اور مدد مانگنا یہ صرف اللہ کا حق ہے ۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے ۔

اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ ۔

جب تم کوئی حاجت طلب کرو تو بس خدا سے طلب کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو ۔

اور قرآن مجید سورہ فاتحہ میں ہم کو تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مالک اور مولیٰ سے عرض کریں ۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ — اے خدا ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

پس اگر کوئی شخص کسی مخلوق کو خدا کی طرح حاجت روا سمجھ کر اُس سے مدد مانگے گا تو بیشک مشرک ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی نفیس ترین کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔

ومنها اى من مظان الشرك انهم كانوا يستعينون بغير الله فى حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير وينذرون لهم ويتوقعون انجاح مقاصدهم بتلك النذور ويتلون اسمائهم رجاء بركتها فاوجب الله عليهم ان يقولوا فى صلواتهم اياك نعبد واياك نستعين - وقال الله تعالى لا تدعوا مع الله احداً

اور مظان شرک میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی حاجات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے، مثلاً مریض کی شفاء کے لئے، نادار کی مالداری کیلئے اور ان کے لئے نذریں مانتے تھے اور ان نذروں کیوجہ سے اپنی حاجت برآری کی توقع رکھتے تھے اور بامید برکت اُن کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے تھے، پس اللہ نے اُن کو ضروری کردیا کہ وہ اپنی نمازوں میں یہ کہا کریں کہ خداوندا! ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ——— اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو! —

الغرض ان تمام حوالجات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو مستقل حاجت روا سمجھ کر اُس سے مدد مانگنا یقیناً شرک ہے۔ اور بہشتی زیور میں بھی اسی صورت پر شرک کا حکم لگایا گیا ہے۔

ایسے ہی جذبۂ عبودیت کے ماتحت کسی کے سامنے جُھکنا یہ بھی شرک ہے کیونکہ عبودیت محض معبودِ حقیقی کا حق ہے۔ لہٰذا بہشتی زیور میں جس جھکنے کا ذکر ہے اُس سے وہی مُراد ہے جو بطور عبودیت ہو اس سے مطلق جھکنا مُراد لینا صرف معترض صاحب کی خوش فہمی ہے۔ بہرحال بہشتی زیور حصۂ اوّل صفحہ ۴۵ کی مندرجہ بالا عبارت پر معترض صاحب کی تنقید محض جہالت اور حقیقتِ توحید سے ناآشنائی پر مبنی ہے ورنہ عبارت اپنی جگہ پر بالکل بے غبار ہے۔

اسی نمبر میں معترض صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ بہشتی زیور کی عبارات کی رُو سے پکا ٹُوٹے نبیدی

مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مشرک ہو جائیں گے ۔

الله الله رضا خانی برادری کے ایک فرد کو بھی آج مسلمانوں کے کم ہو جانے کی فکر پڑی۔ خدا کرے کہ آپ کے یہ الفاظ محض منافقت نہ ہوں ۔

بہشتی زیور کی عبارات کے متعلق اس پوفقرہ پر ہم نے جو کچھ بھی عرض کیا ہے اُس سے ناظرین اور معترض صاحب کو کوئی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس سے کسی ایک مسلمان کی بھی تکفیر نہیں ہوئی اور بحمد الله سو فیصدی مسلمان مسلمان ہی رہے ۔ لیکن معترض صاحب ذرا اس دشمن اسلام کے منہ میں تو لگام دیں جو حضرات علماء دیوبند اور علماء ندوۃ العلماء کے متعلق اپنی بیسیوں تحریروں میں یہ لکھ گیا ہے کہ

" یہ سب کافر ان کے کفر میں جو شک کرے وہ بھی کافر پھر جو اس شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ۔ وھلم جرا "

معترض صاحب بتلائیں کہ کیا اس کفری فتوے کی رُو سے ایک فیصدی مسلمان بھی باقی رہتا ہے ۔ ہمارا خیال ہے کہ رضا خانی برادری کے تین ساڑھے تین نفر کے علاوہ سارے ہی مسلمان کافر ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ بحمد الله تمام مسلمان علمائے دیوبند اور علمائے ندوۃ العلماء کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا سمجھتے ہیں اور کم از کم یہ کہ اُن کو کافر نہیں کہتے یا اُن کو مسلمان کہنے والوں کو کافر نہیں کہتے ۔

معترض صاحب اگر آپ کچھ انعام مقرر کریں تو ہم ثابت کر دکھائیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس کفری فتوی کی رُو سے آپ بھی کافر ہیں، آپ کے اُستاد مولوی نعیم الدین صاحب، مولوی امجد علی صاحب اعظمی بھی کافر ہیں ۔ اور اگر آپ توبہ کرنے کا وعدہ کریں تو پھر ہم یہ بھی ثابت کر دکھائیں کہ یہ مفتی صاحب قبلہ خود بھی اپنے اس فتوے کی رُو سے کافر ہیں اور انہیں کافر نہ کہنے والے بھی کافر ہیں ۔ لو وا ہے کچھ منت دیکھو اسکا نام ہے ۔ کر دی خویش آمدنی پیش " آپ کے اسی نمبر میں یہ مصرعہ بالکل اپنے حسب حال لکھا ہو ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نمبر ۲ ۔ معترض صاحب کا اٹھائیسواں اعتراض حفظ الایمان کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے ۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ

کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔

معترض صاحب کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا علم بچوں اور پاگلوں اور حیوانات کیلئے بھی مانا گیا ہے۔ رضاخانی اُمت کا یہ ایک نہایت مشہور اور پرانا افتراء ہے جسکی بنیاد صرف اس پر ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں جو "ایسا علم غیب" کا لفظ آیا ہے اُس سے یہ مفتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لیتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مراد نہیں۔ بلکہ مطلق بعض علم غیب مراد ہے جیسا کہ خود حفظ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت کا اول و آخر اسکی شہادت دے رہا ہے۔ نیز مصنف حفظ الایمان حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے بسط البنان میں اسکی تصریح بھی فرمادی ہے۔

ناظرین کرام حفظ الایمان اور بسط البنان کو ملاحظہ فرمائیں۔ رضاخانیوں کی افتراپردازی کا حال خودبخود منکشف ہو جائیگا۔ چونکہ اس ناپاک افترا کا جواب نہایت تفصیل سے بارہا دیا جاچکا ہے اسلئے یہاں ہم مختصر الفاظ میں حفظ الایمان کی شرح پیش کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے چند سوال کئے اسمیں تیسرا سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کے متعلق تھا۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ "آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اسکی دو دلیلیں لکھی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں چونکہ عالم الغیب اُسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کو خودبخود بغیر کسی کے بتلائے غیب کا علم ہو۔ اور یہ شان محض حق تعالیٰ کی ہے، اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری مخلوق پر اسکا اطلاق موہم کفر ہونیکی وجہ سے[۵] ناجائز ہوگا

---

۵ واضح رہے کہ مولانا تھانوی کی یہ دلیل رضاخانی مذہب کے بانی مولوی احمد رضاخانصاحب کو بھی مسلم ہے اور اسی بنا پر انہوں نے حضور کی ذات مقدسہ پر لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو مکروہ لکھا ہے۔ رضاخانی صاحبان کو اگر اپنے امام وبانی مذہب کی اس ہماخاست تو حضور کا علم نہ ہو تو اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہوئے ہم سے دریافت کریں۔ ہم انشاء اللہ فاضل بریلوی کی مطبوعہ کتاب میں دکھلا دینگے ۱۲-

اور دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بنے والا اگر اسلئے عالم الغیب کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضورؐ کو تمام غیوب کا علم تفصیلی ہے (جیسا کہ خداوند تعالیٰ کو ہی) تو چونکہ یہ خیال قرآن وحدیث کے خلاف ہے اسلئے اسکی بنا پر عالم الغیب کہنا درست نہیں، اور اگر کل کیوجہ سے نہیں بلکہ صرف بعض غیوب کیوجہ سے یہ شخص حضورؐ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اسکا یہی اصول ہے کہ جسکو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہونگی وہ اسی کو عالم الغیب کہیگا تو پھر اسمیں (یعنی اس عالم الغیب کہنے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کی خبر تو ہر زید وعمرو بلکہ حیوانات کو بھی حاصل ہو جاتی ہے (کیونکہ ہر ذی روح مخلوق کو کم از کم خدا کا علم ہے اور وہ بھی غیب میں سے ہے) تو اس عالم الغیب کہنے والے کو اس غلط اصول پر لازم آئیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح ہر زید وعمر بلکہ حیوانات کو بھی معاذ اللہ عالم الغیب کہا جائے۔ بہرحال حضرت مولانا نے یہ نہیں تحریر فرمایا کہ جیسا علم فی الواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ویسا ہی کسی دوسری مخلوق کو بھی حاصل ہے۔ بلکہ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ جو بدعتی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیبیہ کیوجہ سے عالم الغیب کہتے ہیں ان کے اس لغو اصول پر لازم آتا ہے کہ ہر زید وعمرو بلکہ پاگلوں اور جانوروں کو بھی معاذ اللہ عالم الغیب کہا جائے۔

اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو زید وعمر کے برابر بتلایا گیا ہے یا اہلِ بدعت کے غلط اصول پر جو برابری لازم آتی تھی اور جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہوتی تھی اس سے ان کو بچایا گیا ہے۔

آخر میں ہم خود مصنفِ حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ سے رسالہ بسط البنان کی بھی چند سطریں نقل کرتے ہیں جو رضا خانیوں کے اسی بہتان کے رد میں حضرت ممدوح نے سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ بسط البنان کے صفحہ ۳ پر مولانا ممدوح ارقام فرماتے ہیں۔

"یہ خبیث مضمون جو رضا خانی حفظ الایمان کی طرف منسوب کرتے ہیں) میں نے کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا........

...... اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے (کہ جیسا علم غیب رسول اللہ صلعم کو ہے ایسا ہر زید وعمرو جانور اور پاگلوں کو حاصل ہے) یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اسکو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی، اور تنقیص (توہین) کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی۔

پھر اسی بسط البنان کے اخیر صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپکے افضل الخلق فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونیکے باب میں یہ ہے ؏

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

چونکہ علمائے اہلسنت بہت تفصیل کے ساتھ رضاخانیوں کے اس افترا کا جواب دیچکے ہیں اسلئے اس نمبر میں ہم اسی قدر مختصر پر اکتفا کرتے ہیں، جو حضرات اسکی مفصل بحث دیکھنا چاہیں وہ "معرکۃ القلم" (مصنفہ سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی) روئداد مناظرہ بریلی"۔ روئداد مناظرہ ہرؤ ضلع نینی تال ملاحظہ فرمائیں جسمیں اس بحث کے ہر گوشہ پر بہت کافی بحث کیگئی ہے۔

نمبر ۲۹:۔ معترض صاحب کا اُنتیسواں اعتراض تحذیر الناس مصنفہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔

"انبیا اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی ساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں"

معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ اس عبارت میں عمل میں اُمتی کا نبی کے برابر ہو جانا بلکہ اس سے بڑھ جانا تسلیم کیا گیا ہے۔ ناظرین کرام غور فرمائیں کہ تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت میں بظاہر کا لفظ موجود ہے جسپر ہمنے خط بھی دیدیا ہے۔ یہ لفظ خود اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ اُمتی کا عمل میں نبی کے برابر ہو جانا یا بڑھ جانا یہ صرف ظاہری نظر میں ہوتا ہے، حقیقت میں نہیں۔ ہمارے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مصنفین کے کلام میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے

"مفہوم النصیحۃ" ردالمختار صفحہ ۳۲ جلد سوم۔

پس اگر تحذیر الناس کی اس عبارت میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ظاہری نظر کے اعتبار سے بسا اوقات اُمتی کے اعمال نبی کے برابر ہو جاتے ہیں یا اس سے بڑھ جاتے ہیں بیکر واقعۃً ہمیشہ نبی ہی کے اعمال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی کا حاصل اصطلاحی الفاظ میں اسطرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ بظاہر کمیت کے اعتبار سے کبھی اُمتی کا عمل نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ نہ کیفیت کے اعتبار سے اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج شریف میں نماز فرض ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلعم معتبر روایات کی بنا پر قریبًا پندرہ برس دُنیا میں رونق افروز رہے جس کے پانچ ہزار سے زیادہ کچھ دن ہوتے ہیں، اور پچیس ہزار سے کچھ زیادہ نمازیں۔ گویا آنحضرت صلعم نے قریبًا پچیس چھبیس ہزار فرض نمازیں اپنی حیات طیبہ میں ادا فرمائیں۔ لیکن فرض کیجئے آپ کا ایک اُمتی بلوغ کے بعد سو برس کی عمر پاتا ہے، اور اللہ کی توفیق سے تمام فرض نمازیں ادا کرتا ہے تو اُسکی فرض نمازوں کی تعداد پونے دو لاکھ کے قریب ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمیت اور مقدار میں اس اُمتی کی فرض نمازیں آنحضرت صلعم سے زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلعم کے ایک سجدہ کا جو وزن ہے وہ پونے دو لاکھ نمازوں کا نہیں۔ کیونکہ کیفیت میں آپ کا سجدہ جسقدر بڑھا ہوا ہے اُسکا ہم ادراک ہی نہیں کرسکتے۔ علیٰ ہذا یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ اُمت میں سے جو شخص بھی جو نیکی کرتا ہے اُس کا ثواب آنحضرت کے صحیفۂ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ آپ ہی کی ہدایت و رہنمائی کا ثمرہ ہے۔ لیکن یہاں سوال اجر کا نہیں بلکہ عمل کا ہے۔

بہرحال یہ ایک بالکل بدیہی چیز ہے کہ بعض اوقات ایک اُمتی کے اعمال کمیت کے لحاظ سے بظاہر نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت کے مسلم امام حضرت امام فخرالدین رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے فرماتے ہیں۔

قد یجد فی الامۃ من ہو اطول عمراً و اشد اجتہادا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہم اُمت میں بعض ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جنکی عمر بھی آنحضرت صلعم سے زیادہ ہوئی اور اُن کا مجاہدہ بھی سخت تھا۔

اب فرمایئے امام رازیؒ کے متعلق کیا ارشاد ہے کیا وہ بھی اب وہابیوں کی فہرست میں داخل کردئے جائیں گے۔

نمبر ۳ :۔ معترض صاحب کا تیسواں اور آخری اعتراض براہین قاطعہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے:
"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر دو عالم صلعم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے"
معترض صاحب کا اس عبارت پر اعتراض ہے کہ اس میں ساری زمین کا علم آنحضرت صلعم کیلئے ثابت کرنیکو شرک کہا ہے اور پھر اسی کو شیطان کیلئے نص سے ثابت مانا۔

اس کے جواب میں پہلے تو ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ معترض صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ شیطان کیلئے براہین قاطعہ میں کسی جگہ ساری زمین کا علم تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ اس کا علم صرف اسی قدر تسلیم کیا گیا ہے جسقدر کہ آپکے پیشوا مولوی محمد عبدالسمیع صاحب نے اپنی کتاب انوار ساطعہ میں روایات سے ثابت کیا ہے۔ اور براہین قاطعہ کی عبارت کا مطلب صرف یہ ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت دیکھکر کہ اسکو بعض مواقع زمین کا علم ہے آنحضرت صلعم کو اسپر قیاس کرکے آپکے لئے ساری زمین کا علم محیط ثابت کرنا جبکہ اس کی خلاف نصوص قطعیہ بھی قائم ہیں شرک ہے۔ خلاصہ یہ کہ براہین قاطعہ میں شیطان کیلئے صرف اسی قدر علم تسلیم کیا گیا ہے جسقدر کہ آپکے پیشوا مولوی عبدالسمیع صاحب نے اس ملعون کے لئے ثابت کیا ہے اور وہ محض بعض مواقع زمین کا علم ہے۔ اور آنحضرت صلعم کیلئے جس علم کے ثابت کرنیکو شرک بتلایا ہے وہ ساری زمین کا علم محیط ہے۔

نیز معترض کی یہ شرمناک بددیانتی ہے کہ وہ شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرنیکا الزام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر رکھتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت کو خود اس کے پیشوا مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے۔ البتہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ

سنئے اور سالطعہ کے جواب براہین قاطعہ میں مولوی عبدالسمیع صاحب کی اس ثابت کردہ شیطانی وسعت کو ذکر کیا ہے۔ پس اگر شیطان کے ساتھ خوش عقیدگی ہو سکتی ہے تو آپکے بزرگوار مولوی عبدالسمیع صاحب کو ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ہی دلائل سے اس ملعون کے علم کی وسعت ثابت کی ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا جرم تو صرف اسقدر ہے کہ انہوں نے اسکو ذکر کر دیا ہے اور اسکو تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اس ملعون پر قیاس کر کے آنحضرت صلعم کیلئے ساری زمین کا علم محیط ثابت نہیں کیا جا سکتا اور پھر مولانا نے اسکی وجوہات بھی پیش کی ہیں۔ بہر حال معترض صاحب کا یہ سفید جھوٹ ہے کہ علمائے دیوبند نے شیطان کے لئے ساری زمین کا علم نص سے ثابت مانا۔

اس موقعہ پر ایک دوسری بددیانتی معترض صاحب نے یہ کی ہے کہ منقولہ بالا عبارت کے بعد اسی براہین قاطعہ میں یہ تصریح تھی کہ۔

"اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے۔ جیسا کہ جہلا کا عقیدہ ہے۔"

معترض نے ازراہ خیانت براہین قاطعہ کے اس فقرہ کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب رح نے آنحضرت صلعم کیلئے ساری زمین کا علم ذاتی ثابت کرنیکو شرک کہا ہے جس کے متعلق خود فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب خالص الاعتقاد صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اسکے غیر کیلئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔"

الغرض براہین قاطعہ میں جس علم کے ثابت کرنیکو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی علم ذاتی ہے جسمیں سے ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا علم ثابت کرنیکو بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے شرک کہا ہے۔

ناظرین کرام! معترض کی اس فریب کاری پر بھی غور فرمائیں کہ علم ذاتی کی توجیہ کو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کیطرف منسوب کر کے تو ذکر کیا۔ لیکن براہین قاطعہ کی اسی بحث میں چند ہی سطر کے بعد

خود مصنف کی تصریح موجود تھی ۔ کہ میرا کلام علم ذاتی میں ہے ، اسکا اشارۃً اور کنایۃً بھی ذکر نہیں کیا ۔

رہا معترض صاحب کا یہ شبہ کہ جب انوارِ ساطعہ میں علم ذاتی نہیں ثابت کیا گیا تو براہین قاطعہ میں اس پر بحث کیوں کی گئی تو یہ چیز بحث تکفیر سے الگ ہے پہلے معترض اور ان کی برلوی کے ذمہ دار ارکان اپنی خیانت اور اس کی بنیاد پر جو تکفیری فتویٰ دیا گیا ہے اُسکی غلطی تسلیم کرلیں اسکے بعد انشاءاللہ ہم اس جاہلانہ شبہ کا ایسا جواب دیں گے کہ سب کو دن میں تارے نظر آجائیں ، ہاں صرف اتنا جناب بھی بتائے دیتے ہیں کہ اس کا جواب بھی براہین قاطعہ میں موجود ہے ، لیکن سمجھنے کیلئے عقل و شعور کی ضرورت ہے اور وہ نصیب دشمناں !

علیٰ ہذا یہ سمجھنا کہ براہین قاطعہ میں جس علم کی حضور سے نفی کی ہے ، شیطان کیلئے اسی قسم کے علم کو ثابت مانا ہے ۔ یہ بھی کھلی ہوئی حماقت ہے ۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ صاحب براہین نے شیطان کیلئے صرف اس علم کو تسلیم کیا ہے جسکو آپکے بزرگوار مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے اور وہ یقیناً ذاتی نہیں ہے ، اور آنحضرت صلعم کیلئے جس علم کے ثابت کرنے کو شرک قرار دیا ہے وہ وہی ہے جو بغیر اطلاع خداوندی ذاتی طور پر آپکے لئے ثابت کیا جائے ۔ جیسا کہ خود صاحب براہین نے اسکی تصریح کر دی ہے ، اور مطلب براہین قاطعہ کی عبارت کا یہ ہوا کہ

"شیطان اور ملک الموت کے علم کی اس وسعت کو دیکھکر جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے دلائل سے ثابت کی ہے ، اور جو یقیناً عطائی ہے آنحضرت صلعم کو اسپر قیاس کرنا اور یہ سمجھنا کہ حضور صلعم چونکہ افضل المخلوقات ہیں اسلئے آپ تمام روئے زمین کا علم محیط بطور خود بغیر عطاء خداوندی حاصل کرسکتے ہیں شرک اور خلاف نصوص قطعیہ ہے ۔"

ہم اُمید کرتے ہیں کہ اگر معترض صاحب سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ہماری اس مختصر بیان سے اپنے اس دوسرے مغالطہ کا جواب بھی سمجھ سکیں گے ۔

قطع نظر اس تمام بحث سے براہین قاطعہ کی عبارت میں ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ وہاں مطلق علم میں کلام نہیں ، نہ علم شریعت و علم دین ہی میں بحث ہے جو انسان کیلئے باعث کمال ہے ۔ بلکہ

صرف علم زمین کی بحث ہو رہی ہے جسکو نبوت اور رسالت سے کوئی خاص تعلق نہیں نہ اس پر کمالِ انسانی کا مدار ہے اور ایسے علوم غیر کمالیہ اگر انبیاء علیہم السلام کو عطا نہ ہوں اور دوسرے بے کمال لوگوں کو دیدیئے جائیں تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی علمی شان میں کوئی کمی آتی ہے جسطرح کہ اگر ایک معمولی مزدور کے گھر میں پھٹے پرانے کپڑے اور ناقص و ناکارہ اثاث البیت ہو اور شاہی خزانہ میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ لعل و جواہر اور وہ قیمتی چیزیں ہوں جو شاہی خزانہ کے مناسب ہیں تو اس سے اس شاہی خزانہ کی شان اس غریب مزدور کے گھر کے مقابل میں نہیں گھٹ جاتی۔

بہرحال جو علوم شانِ نبوت سے تعلق نہ رکھتے ہوں وہ اگر انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ ہوں اور غیر انبیاء کو حاصل ہو جائیں تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں، رسول خدا صلعم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

انتم اعلم بامر دنیاکم — اپنی دنیا کی باتیں تم ہی زیادہ جانتے ہو۔ (مسلم شریف)

اور امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لاتتوقف نبوته علیہا۔ — ہوسکتا ہو کہ غیر نبی کا علم نبی علیہ السلام سے بڑھ جائے ان چیزوں میں جن پر نبوت کا مدار نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی علمی فضیلت اُن کے علومِ نبوت کیوجہ سے ہے جنمیں کوئی اُن کا ہمسر نہیں ہوسکتا لیکن دوسرے ناقص علوم جنکو کمالِ انسانی میں کوئی دخل نہیں، بالخصوص شیطانی علوم سے اُن کا قلب مطہر پاک ہوتا ہے۔

اور یہ سمجھنا کہ پیغمبروں کا علم شیطانی باتوں کو بھی محیط ہونا چاہیے اور معاذ اللہ علوم شیطنت میں بھی اُن کا دائرہ سب سے وسیع ہونا چاہیے محض شیطانی وسوسہ ہے جو محض انہیں کور باطنوں کو ہوسکتا ہے جو علوم شیطنت اور علوم نبوت میں فرق نہ سمجھتے ہوں، اور اُن کے نزدیک گھی اور گوبر حلق اور پتھر کی ایک قیمت ہو

اور اگر اس فرق کا لحاظ نہ کیا جائے تو علمائے دیوبند کو نہیں بلکہ علمائے بریلی کو بھی کافر کہنا پڑیگا۔ کیونکہ علوم زمین کے متعلق ان حضرات کا بھی یہی نظریہ ہو۔ چنانچہ انوار ساطعہ مصنفہ مولوی عبد السمیع صاحب مصدقہ مولوی احمد رضا خانصاحب کے صفحہ ۲۱۳ پر مذکور ہے۔

"اور رہا شایہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی
میں حاضر ہونا رسول اللہ صلعم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا تو
اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

اس عبارت میں تصریح ہے کہ زمین کے جتنے حصوں میں شیطان کی پہونچ ہے رسول اللہ صلعم کی اتنی
نہیں اب اگر یہ کفر ہے تو پہلے انوار ساطعہ کے مصنف عبدالسمیع صاحب اور اس کے مصدق و مقرظ
مولوی احمد رضا خاں صاحب کو کافر بنائیے اس کے بعد کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھائیے۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھکو آتا ہے نظر دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے میرے بعد تیس جھوٹے دجال پیدا ہونگے
معترض صاحب نے بھی اس دجالی عدد کی پابندی کرتے ہوئے علمائے دیوبند پر تیس جھوٹے
اعتراض کئے تھے جن کے جواب سے بعونہ تعالیٰ ہم فارغ ہو چکے فقطع دابر القوم الذین ظلموا
والحمد للہ رب العالمین۔

اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی آنکھوں کا تنکا دیکھنے والوں کو ان کی آنکھوں کا
شہتیر بھی دکھلا دیں شاید کسی باتوفیق کو تو یہ نصیب ہو جائے۔

ناظرین کرام اب ذرا رضاخانیوں کا وہ دین و مذہب بھی دیکھیں جسکے متعلق انکے بانی مذہب نے اپنے امتیوں کو وصیت کی ہے کہ میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اوس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے

رضا خانی مذہب میں خدا کی شان

نمبر۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک وہ شخص کافر مرتد جہنمی ہے جو حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے۔ اور اُسکی ذاتِ پاک کیلئے کوئی عیب یا نقصان ثابت کرے لیکن رضا خانی مذہب میں ایسا شخص مسلمان ہے اُسکو کافر کہنا خلافِ احتیاط ہے، ہلاکت میں پڑنا ہے چنانچہ رضا خانیوں کے اعلحضرت بانیٔ رضا خانیت مولوی احمد رضا خانصاحب حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق "کوکبۂ شہابیہ صعہ" پر فرماتے ہیں۔

"اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم و ضروری نہ جانا اور معاذ اللہ اسکا جہل ممکن مانا"۔

نیز اسی کتاب کے صعہ پر فرماتے ہیں۔

"یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں کوئی حرج نہیں"۔

پھر اسی کے صعہ پر لکھتے ہیں

"اسمیں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جیسے کھانا، پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا، سب کچھ داخل ہے"۔

پھر اسی کے صعہ پر لکھتے ہیں۔

اس قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کیجاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کیلئے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لئے سوتا، اونگھنا، بہکنا، جورو بیٹا، بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کر لینا ذلت و خواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ وغیرہ سب کچھ روا ہے۔

ناظرین کرام! ان تمام کفریہ عبارات کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کی شان پاک میں کوئی گندی سے گندی گالی ایسی نہیں رہی جو خانصاحب نے ان عبارات میں مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کیطرف منسوب کرکے نہ لکھی ہو۔ گویا شہید مرحوم اُن کے نزدیک بیک وقت ان تمام جرائم کے مرتکب تھے۔ لیکن باینہمہ بھی خانصاحب تمہید ایمان صعہ پر انہیں شہید مرحوم کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے بلی لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

نیز اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں۔

"علماء محتاطین انہیں (اسماعیل دہلوی) کو کافر نہ کہیں۔ یہی جواب ہے وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یہی جواب ہے اور اسی پر فتوی ہو اور یہی فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے، اور اسی میں استقامت۔

خانصاحب کی مذکورہ بالا عبارات کو ملانے کے بعد نتیجہ صاف یہ نکلیگا کہ معاذ اللہ خدا کی شان پاک میں ناپاک گالیاں بکنے والا العیاذ باللہ اسکو جھوٹا اور جاہل کہنے والا اسکے لئے جورو بیٹا ثابت کرنیوالا اور صفات مخلوقین سے متصف کرنیوالا وغیرہ وغیرہ مسلمان ہے۔ اس کو کافر کہنا احتیاط کے خلاف سلامتی سے دور اور استقامت کے منافی ہے۔ بیشک یہی وہ دین و مذہب ہے جو خانصاحب اور صرف خانصاحب کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

مذاہب عالم کے لٹریچر کا مطالعہ کر جائیے، اقوام عالم کے کتبخانے دیکھ ڈالیے کسی دین و مذہب میں آپ کو یہ چیز نہ ملیگی۔

جی چاہتا ہے کہ اس سلسلہ میں ایک اور حوالہ پیش کر دیا جائے۔ موجد رضا خانیت فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب نے اپنے فتاوی جلد اول کے صفحہ ۴۵ وصفحہ ۴۶ پر مندرجہ ذیل عقائد کو شہید مرحوم مظلوم اہل بدعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔

(۱) "معاذ اللہ جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کیساتھ شمار کرنے کے قابل ہے۔ (۲) خدا کی بات کا اعتبار نہیں (۳) خدا کی بات لائق استناد نہیں۔ (۴) اسکا دین لائق اعتماد نہیں، معاذ اللہ جھک بکنا[۵]، غافل ہونا[۶]، ظالم ہونا[۷] حتی کہ مرجانا[۸]، ناچنا[۹]، تھرکنا[۱۰]، نٹ کی طرح کلا کھیلنا[۱۱]، عورتوں سے جماع کرنا[۱۲]، لواطت جیسی خباثت کا مرتکب ہونا[۱۳] حتی کہ زنخوں کی طرح مخنث بننا[۱۴]، سب ممکن ہے۔ کوئی خباثت[۱۵] کوئی فضیحت خدا کی شان کے خلاف نہیں

خدا کھانے کا منہ ، ابھرنے کا پیٹ ، مردی[20] زنی[21] کی علامت رکھتا ہے اور بالفعل موجود ہیں۔ خدا صمد[19] نہیں جو خدا ر کھو کھل ہے جیسے[21] وہ خدا دیں ہیں خنثیٰ[22] شکل ہے۔ خدا وہ[23] ہے جو اپنے آپ کو جلا سکتا ہے خدا وہ ہے[24] جو اپنے آپ کو ڈبو سکتا ہے۔ خدا وہ ہے[25] جو زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر یا بندوق مار کر خودکشی کرسکتا ہے۔ خدا کے ماں[26] باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے۔ خدا ماں[27] باپ سے پیدا ہوا ہے۔ خدا[28] دہریوں کی طرح پسینا بیچتا ہے۔ خدا ہتھیا[29] کی طرح چو سکتا ہے۔ خدا ایسا ہے جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے خدا بندوں[30] کے باعث جھوٹ بولنے سے بچتا ہے کہ کہیں جھوٹا نہ سمجھیں۔ خدا بندوں[31] سے چوری چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۶)

یہ ناپاک تیس عقیدے جو دنیا میں یقیناً کسی انسان کے نہیں ہو سکتے۔ رضاخانیوں کے بانی مذہب نے ازراہِ افترا و بہتان حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے لکھے ہیں۔

اور اس کے باوجود تمہید ایمان وغیرہ میں صاف لکھ دیا کہ میں انکو کافر نہیں کہتا، علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی ہمارا فتویٰ یہی ہمارا مذہب ہے۔

بانی رضاخانیت کے اُمتیو ! اور بدعت کے فرزندو ! تمہیں معلوم ہوا کہ تمہارے مقدس دین مذہب میں ایسے گندے اور ملعون عقیدے رکھنے والا بھی مسلمان ہے۔ تمہیں پتہ چلا کہ تمہارے دھرم کا بانی کس گندی ذہنیت اور ناپاک طبیعت کا مالک تھا، اسی برتے پر اہلِ سنت کے منہ آتے ہو۔ شرم ! شرم !! شرم !!!

رضاخانی مذہب میں رسول کی شان

رضاخانی مذہب کا یہی بانی اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ میں شہید مرحوم پر تبرا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"مسلمانو ! مسلمانو ! خدارا ان ناپاک شیطانی ملعون کلموں کو غور کرو...... پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں، مشرکوں کی کتابیں دیکھو...... ان میں بھی اسکی نظیر یاد آگے بگڑا ہو سلام بلکہ دل اپنا کلیجہ چیر کر کے دیکھے اگر کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بید مرتد یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیے۔.... مسلمانو ! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہوکر ان کو ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں ! واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ

انہیں ایذا پہنچی ...... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں "

(الکوکبۃ الشہابیہ صفحہ ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴)

اس عبارت میں خانصاحب بریلوی نے مندرجہ ذیل تصریحات کی ہیں ۔

(۱) یہ کہ اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیہودہ کہ صاف صریح گالیاں دی ہیں ایسی کہ پادریوں، پنڈتوں، کھلے کافروں مشرکوں کی کتابوں میں بھی اسکی نظیر نہیں مل سکتی (۲) ان گالیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً اطلاع ہوئی ۔ اور آپ کو ان سے ایذا پہنچی ۔ اور ان گالیوں میں کوئی تاویل کی بھی جگہ نہیں ۔ غرض مولوی احمد رضا خاں صاحب نے خود شہید مرحوم کے یہ جرائم لکھے اور اس کے باوجود اسی کتاب کے اخیر صفحہ میں شہید مرحوم کے متعلق حکم یہ لکھا کہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب ہے نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پادریوں اور پنڈتوں سے زیادہ کھلی اور سڑی گالیاں دے اور حضور کے قلب مبارک کو ایذا پہنچائے، اُسے کافر نہ کہنا ہی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مختار اور پسندیدہ ہے ۔

رضا خانیو! دیکھا یہ ہے تمہارے مذہب شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان، اسی پر عشق رسول اور محبت نبوی کا دعویٰ ہے ؎

ہرگزم باور نمی آید ز روئے اعتقاد ایں ہمہ گفتن و حب پیمبر داشتن

رضا خانی مذہب اور قرآن کی شان

رضا خانی مذہب کے بانی اسی کتاب کوکبۂ شہابیہ صفحہ پر شہید مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں ۔

(۱) جا بجا قرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف اُسے غلط باطل کہہ جائے (۲) اسکے علاوہ یہ ...... جا بجا قرآن عظیم میں شرکہو د ۔ لیکن اس کے باوجود فتویٰ یہی ہے کہ انہیں کافر مت کہو، نتیجہ یہ نکلا کہ رضا خانی مذہب میں قرآن عظیم کو غلط کہنے والا اسیں جا بجا شرک ماننے والا بھی مسلمان ہے والعیاذ باللہ

رضا خانی مذہب میں ملئکۃ الرحمٰن کی شان

کوکبۂ شہابیہ کے صفحہ پر حضرت شہید مرحوم کے متعلق لکھا گیا ۔

"اس کے نزدیک حضرات ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شرک صادر ہوئے۔"

لیکن فتویٰ پھر بھی یہی ہے کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ جسکا حاصل یہ نکلا کہ رضاخانی مذہب میں ملائکۃ اللہ کو مشرک ماننے والا بھی مسلمان ہے اُسے کافر کہنا چاہئے۔ نعوذ باللہ من ذالک

رضاخانی مذہب اور ایمانیات

رضاخانی مذہب میں اللہ ورسول، قرآن، ملائکہ وغیرہ کی جو شان ہے اسکا تو حال معلوم ہو چکا۔ اب دیگر ایمانیات کا حال سُنئے اسی کوکب شہابیہ صفحہ ۱۹ پر شہید مرحوم کے متعلق لکھا ہے۔

"یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کو ماننے سے انکار کیا ہے"

لیکن باوجود اس کے رضاخانی مذہب میں شہید مرحوم مسلمان ہیں، انہیں کافر کہنا بے احتیاطی ہے سلامتی کے خلاف ہے، ہلاکت میں پڑنا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ رضاخانی مذہب میں تمام ایمانیات کا انکار کرنے کے بعد بھی آدمی کافر نہیں ہوتا مسلمان ہی رہتا ہے" واہ رے رضاخانی دین و مذہب؟ تیری وسعت ملتِ رضاخانی کے فرزندو! اور بدعتِ ملعونہ کے پرستارو! کچھ خبر ہوئی یہ ہے تمہارے امام مجدد کا وہ دین و مذہب جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اور جس کے متعلق انہوں نے اپنے وصیت نامے کے اخیر نمبر میں لکھا ہے کہ:۔

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اسپر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

رضاخانیو! اگر کہو تو تمہارے بانی مذہب کا کافر و مرتد ہونا بھی اسی جگہ انہیں کے کلام شریف سے اور انہیں کے دین و مذہب سے ثابت کر دیا جائے اچھا تو سُنو! تم بھی یاد کرو گے کسی سے واسطہ پڑا تھا۔

بانیٔ رضاخانیت اور اُسکی اُمّت کا اقراری کفر

ابتک مولوی احمد رضا خاں صاحب کی جو عبارات منقول ہوئیں اُن سے دو باتیں آفتاب نیمروز کیطرح ظاہر ہو چکی ہیں۔

(۱) مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے نعوذ باللہ خدا کو ناپاک سو ناپاک گالیاں دیں اُسی جھوٹا اور ناقابل اعتماد ٹھیرایا، اُسکے لئے دنیا بھر کی خباثتوں کو ثابت کیا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صریح گالیاں دیں جنمیں تاویل کی بھی گنجائش نہیں قرآن کا انکار کیا، انہیں جا بجا شرک ملتا۔ ملائکہ، قیامت، جنت، دوزخ غرض تمام ایمانیات کا انکار کیا۔

(۲) دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ ان تمام جرائم خبیثہ اور عقائد ملعونہ کے باوجود مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک حضرت مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی مسلمان تھے، انہیں کافر کہنا ناپسندیدہ اور خلافِ احتیاط تھا، اب خود خانصاحب کے مُنہ سے سنئے کہ ایسے شخص کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ خانصاحب موصوف تمہید ایمان صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں ۔

شفا شریف و بزازیہ و فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

نیز اسی کے صفحہ ۴۵ پر ہے

جب کہ ایک کلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سید انبیاء علیہم السلام والثناء میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہواب تو اسی کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہو گا ۔ اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے ۔

خانصاحب کی ان تمام عبارات کو جوڑ کر نتیجہ یہ نکلا کہ خانصاحب شہید مرحوم کیطرف عقائد کفریہ منسوب کرنے اور پھر ان کو مسلمان لکھنے کیوجہ سے بقول خود اور بقلم خود ڈبل کافر ہیں اور اب جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی اُنہیں کے فتوے سے ایسا ہی کافر ہے ۔

رضاخانیو! دو دامنِ جہنم کو اَور وَسیع رکھیں وہاں مکانات کی تنگی نہ پڑ جائے ۔

ناظرین کرام کو ملحوظ رہے کہ خانصاحب کو ہم نے کافر نہیں کہا نہ ہم انہیں کافر کہتے ہیں بلکہ یہ صرف انہیں کا فتویٰ، اور اُنہیں کا دین و مذہب ہے جس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر رضاخانی کا اہم فریضہ ہے ۔ بہرحال ہم صرف اس فتوے کے نقل کرنے والے ہیں ۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ایسا جرنیلی فتویٰ دیکھیں یہ کام تو جہنم کا داروغہ ہی کر سکتا ہے ۔

اقراری کفر سے بچنے کی رضاخانی تاویلات

رضاخانی صاحبان اس اقراری کفر کے اٹھانے کیلئے دو تاویلیں کیا کرتے ہیں ۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی حقیقت بھی ہم یہیں واضح کر دیں، تاکہ کسی صاحب کو جواب لکھنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے ۔

(۱) پہلی تاویل جو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی زندگی میں کی ہے یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل شہید مرحوم کی تمام عبارتوں میں تاویل ہو سکتی ہے اور انکو ایسے معانی پر محمول کیا جاسکتا ہے جو موجب کفر نہیں۔ اسلئے ہم نے اُنکی تکفیر میں احتیاط برتی اور اُن کو مسلمان کہا (ملاحظہ ہو الموت الاحمر اور ملفوظات حصہ دوم)

اس تاویل کا جواب ابھی ہم خانصاحب ہی کی تصریحات سے پیش کرتے ہیں۔ ناظرین کرام کو یاد ہو گا کہ خانصاحب نے اپنی اکثر عبارات مذکورہ بالا میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق تصریح کی ہے کہ انہوں نے صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے ہیں۔ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا صاف تصریح کی۔ صراحۃً مان لیا کہ اللہ تعالیٰ میں ہر عیب آلائش کا آنا جائز ہے۔

غرض خانصاحب نے بار ہا اپنی عبارات میں اس کو واضح کیا ہے کہ شہید مرحوم کے اقوال اُن کے نزدیک معانی کفریہ میں۔ صاف صریح ہیں اور خود ہی خانصاحب تمہید ایمان میں شفا شریف سے نقل کرتے ہیں

التاویل فی لفظ صراح لایقبل — لفظ صریح میں تاویل نامقبول بلکہ مردود ہے

پس جبکہ خانصاحب کے نزدیک شہید مرحوم کی عبارات معانی کفریہ میں صاف صریح ہیں تو کسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انیں تاویل کا احتمال تہا۔ اسلئے ہم نے تکفیر میں احتیاط کی۔

علاوہ ازیں کوکبۃ الشہابیہ صفحہ ۳ و صفحہ ۳۱ سے جو عبارت شہید مرحوم کے متعلق ہم ابھی نقل کر آئے ہیں اسمیں خانصاحب کے یہ الفاظ موجود ہیں۔

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ ہی نہیں۔

اور اسی واسطے تو خانصاحب نے قسم کہا کر کہا ہے کہ "واللہ واللہ حضورؐ کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی" ورنہ اگر مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک شہید مرحوم کی عبارات میں تاویل کی گنجائش ہوتی اور اُنکے گالی ہونے میں اُن کو کچھ بھی شک ہوتا تو وہ ایسی قسمیں نہ کہا سکتے تھے۔ بہرحال مولوی احمد رضا خانصاحب کی یہ تصریحات شہادت دیرہی ہیں کہ ان کے نزدیک شہید مرحوم کی عبارات میں کسی تاویل و توجیہ کی گنجائش نہ تھی۔ اور وہ معانی کفریہ کے علاوہ کسی اور محمل پر ہرگز محمول نہیں ہوسکتی تھیں۔ پس اقراری کفر کے

بچنے کے لئے خانصاحب کی یہ تاویل کہ چونکہ مولوی اسمٰعیل کی ان عبارات میں تاویل ہو سکتی ہے اسلئے میں نے انکو کافر نہ کہا، غلط اور محض غلط، جھوٹ اور محض جھوٹ ہے ۔ اور اسکی وجہ سے وہ کسی طرح اقراری کفر کی دلدل سے نہیں نکل سکتے ۔

(۲) دوسری تاویل جو مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی ایجاد کردہ ہے وہ یہ ہے کہ مولانا شہیدؒ کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد سے توبہ کر لی تھی اسلئے اعلیٰحضرت نے اُن کی تکفیر میں احتیاط برتی ۔ یہ تاویل جسقدر رحاہلانہ ہے اُسکا اندازہ صرف اہل علم ہی کر سکتے ہیں ۔ اسجگہ ہم صرف اتنا عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ کلام مولوی احمد رضا خانصاحب کے متعلق ہے کہ اُنہوں نے شہید مرحوم کو کافر کیوں نہیں لکھا اسکی وجہ وہ خود اپنی زندگی میں لکھ گئے جو ابھی ہم نقل کر چکے ہیں ۔ پس خود انکی تصریح کے خلاف توبہ کا احتمال تراشنا مولوی نعیم الدین جیسے ذی ہوش ہی کا کام ہے ع من چہ گویم و تنبورہ من چہ سرائید

مولوی احمد رضا خاں کے مسلمان ہونیکی صورت

رضاخانیو! اعلیٰحضرت کو اس اقراری کفر کے جال سے بچانے کی ایک اور صرف ایک ہی صورت ہے اور تم سکو تسلیم کرکے تم بھی اس لزومی کفر سے بچ سکتے ہو ۔ اور وہ یہ ہے کہ تسلیم کر لیا جائے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب نے شہید مرحوم کیطرف جو گندے عقیدے کو کبہ شہابیہ اور فتاوی رضویہ میں منسوب کئے ہیں وہ خود انکا افترا محض ہونا جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ شہید مرحوم کا دامن سب ان بہتانوں سے پاک ہے اور صرف مسلمانوں کو فریب اور اپنی دوکان کو فروغ دینے کے لئے وہ یہ افترا پردازی اور بہتان طرازی کرتے تھے اور دل سے شہید مرحوم کو پکا مسلمان سمجھتے تھے اور اسی بنا پر انہوں نے اُنکی تکفیر کو خلاف احتیاط اور سلامتی سے دور لکھا ہے ۔ اس صورت میں خانصاحب کو صرف کاذب، مفتری اور جھوٹا ماننا پڑیگا اور وہ کفر سے بچ جائیں گے اور یہی اُن کے متعلق ہمارا خیال ہے اور اسی وجہ سے ہم انکو کافر نہیں کہتے ۔

بولو! تمہاری یہ کہوائی منظور ہے؟ اگر نہیں تو جواب دو لیکن یقین رکھو کہ خانصاحب کو سچا مان کر قیامت تک ان کو مسلمان نہیں ثابت کیا جا سکتا ۔ کیا ہے کوئی رضاخانیت کا فرزند جو ہمارے اس دعوے کو غلط ثابت کرے

بانی رضاخانیت کا آسمانی مرتبہ

رضاخانی مذہب اور بانی رضاخانیت کی مذہبی حیثیت تو ناظرین کرام کو ہمارے اس بیان سے معلوم ہو چکی کہ ان بزرگوار کو مفتری و کذاب، جھوٹوں کا بادشاہ مان لینے کے سوا ادنیٰ مسلمان ماننے کے لئے بھی کوئی چارہ نہیں ہے لیکن رضاخانی امت نے ان کے بارے میں جو غلو کیا ہے اس کی نظیر غالباً صرف قادیان ہی کے دفتر میں مل سکے گی، بطور نمونہ مشتے از خروارے اس سلسلہ کے چند حوالے ہدیہ ناظرین ہیں،

مولوی احمد رضا خانصاحب کے انتقال کے بعد ان کے بعض معتقدین و مریدین نے ایک اشتہار "رشید المطابع پریس بریلی" میں چھپوا کر شائع کیا تھا جس میں خانصاحب موصوف کی کچھ فرضی کرامتیں لکھی تھیں، ان میں چوتھی کرامت یہ تھی "

نمبر ۱۔ ایک مرتبہ بعد نصف شب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، اعلیٰحضرت قبلہ دروازہ کھولکر باہر تشریف فرما ہوئے اور تھوڑی دیر میں پھر اندر تشریف لے گئے، صاحبزادی صاحبہ نے پوچھا کون تھا منہ سے نکل گیا کہ مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک قافلہ جارہا ہے اس میں ایک شخص کو شرعی مسئلہ کی ضرورت پڑگئی، وہ دریافت کرنے آیا تھا، پوچھکر واپس چلا گیا۔

اللہ تیری شان! اور بریلی والے خان! تیری آن، مدینہ طیبہ کے راستہ میں قافلہ اور شرعی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پڑے تو نہ علمائے مدینہ شریف سے معلوم ہوسکے نہ حرمِ حرم کے علماء کرام و مفتیان عظام سے اور اسکو سوداگری محلہ بریلی میں آنا پڑے، اللہ خیر کرے کیا زمین بریلی بھی قادیان کے نقش قدم پر چلنا چاہتی ہے۔

اسی اشتہار میں ساتویں کرامت یہ لکھی ہے۔

نمبر ۲۔ ایک عورت عالم خواب میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئی وہاں اس نے مصطفیٰ صلعم کو نہ پایا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس بریلی شریف مولانا احمد رضا خانصاحب کی جھانی میں تین روز کیلئے تشریف لیگئے ہیں جب سرکار واپس ہوئے تو اس نے عرض کیا، ارشاد کریم فرمایا کہ بریلی جاکر احمد رضا کے مزار پر عرض حاجت کر، آنکھ کھلی تو بیداری میں بریلی شریف حاضری دی اور منزلِ مقصود کو پہنچی۔

اللہ اللہ! جو حاجت رسول اللہ صلعم سے پوری نہ ہوسکے اسکو بریلی کے خانصاحب پورا کرتے ہیں اب بریلی نے قادیان کو مات کردیا۔

اسی اشتہار میں نویں کرامت یہ بیان کیگئی ہے

نمبر ۳۔ ایک شخص عرصۂ دراز سے بیعت کا ارادہ رکھتا تھا مگر ہوتا نہ تھا، ایکروز اس نے خواب دیکھا کہ مصطفیٰ صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بریلی جاکر ہمارے دوست احمد رضا سے بیعت کرو۔ پھر وہ بیعت ہوگیا۔

سبحان اللہ ہمارے خانصاحب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔

نمبر ۴:- مولوی احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ اور اُن کے برادر زادہ[۹] نے مولوی احمد رضا خاں کی وصایا مرتب کر کے شائع کی ہے، اُسی میں موصوف کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں، اُس کا آخری صفحہ پر اعلیٰ حضرت کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"زہد و تقوے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سُنا کہ اُن کو (مولوی احمد رضا خاں کو) دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"

اللہ والوں کو دیکھ کر صحابہؓ کی زیارت کا شوق بڑھا کرتا ہے لیکن رضا خانیوں کے نزدیک مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مرتبہ شاید رسول کے برابر ہو گا کہ ان کو دیکھنے کے بعد صحابہؓ کے دیدار کا شوق بھی کم ہو گیا۔

نمبر ۵:- خود مولوی احمد رضا خانصاحب اپنے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت اُنکی قبر میں اُترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی (ملفوظات اعلیٰحضرت حصۂ دوم صفحہ ۲۵)

پیر بھائی کی قبر میں تو رسول اللہ صلعم کے روضۂ اقدس کی سی بلکہ بالکل وہی خوشبو محسوس ہوئی اور خود پیر صاحب کی قبر کا واللہ اعلم کیا حال ہو گا۔ آگے چلکر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

نمبر ۶:- ان کے انتقال کے بعد مولوی سید احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ حضرت کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔

اللہ اکبر! جس نماز میں امام الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء، وامام المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوں اسکی امامت بریلی کے یہ خانصاحب فرمائیں۔ ؎

بحث کریں آمد و خدائی کی　　شان دیکھو یہ کبریائی کی

سر دست ہم انہیں نصف درجن عبارات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ضرورت پڑی تو انشاء اللہ آئندہ پھر کبھی اپنے ناظرین کو اس قسم کے عجائبات سے محظوظ کیا جائیگا۔ فی الحال اس سلسلہ میں رضا خانی اُمت کے خیالات و اعتقادات

---

[۹] مولوی حسنین رضا خانصاحب۔

پیش کرتے ہیں۔ تمام رضاخانی بالخصوص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرثیہ مصنف شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے دیدۂ عبرت سے دیکھیں انشاء اللہ تعالیٰ دماغ کا کامل تنقیہ ہو جائیگا۔

مولوی احمد رضا خانصاحب اور خدائی اختیارات

کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا ✦ چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا ✦ سر کبھی کل خلق ہوا جن کو پا لا احمد رضا ۔ (مدائح اعلیحضرت)

ملنے میں ہو دیر کیا ہاتھ کرم کے اُٹھا — اے مرے حاجت روا حضرت احمد رضا ۔ (〃 صفحہ ۲)

مشکلیں میری آسان فرمایئے! — میرے مشکلکشا شاہ احمد رضا ۔ (〃 صفحہ ۱۲)

ایسا ہے مرشد مرا احمد رضا! — سب کا ہی مشکلکشا احمد رضا ۔ (〃 صفحہ ۲۵)

گر مصیبت میں کوئی چاہو آقا مدد! — دفع فرما دیں بلا حضرت اعلیٰ حضرت ۔ (〃 صفحہ ۲۲)

مانگ لے اب جو کچھ مانگنا ہو محب — دینے والا ہے اعلیٰ ہمارا رضا ۔ (〃 صفحہ ۲)

دین و دنیا میں بس آپ ہیں — میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا ۔ (〃 صفحہ ۳۴)

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا — جو دیا تم نے دیا احمد رضا ۔

دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا — ہاں مدد فرما شہا احمد رضا

آستانہ ترا چھوڑ جائیں کہاں — تیرے در کے گدا شاہ احمد رضا (〃 صفحہ ۳۴)

مجھ کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا — واہ کیا ہے عطا شاہ احمد رضا

کیا فرض در بدر ماری ماری پھریں — جب ترا در ہے واشاہ احمد رضا

بات ہے ایمان کی حق کی قسم! — آپ سے ایماں ملا احمد رضا (〃 صفحہ)

دل ملا آنکھیں ملیں ایماں ملا — جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا (〃 صفحہ ۳۴)

تکمیل فائدہ کیلئے اس موقعہ پر رضاخانیوں کے امیر ملت پیر جماعت علیشاہ صاحب علی پوری کے متعلق ان کے چند مخلص مریدین کا کلام درج کیا جاتا ہے:

رضاخانیوں کے امیر ملت پیر جماعت علیشاہ صاحب علی پوری

تجھے میں تو مشکلکشا ہی کہوں گا — مری تجھ سے مشکلکشائی ہوئی ہے (رسالہ انوار الصوفیہ بابت ماہ جون [illegible] صفحہ ۹)
علی پور سے تو کیا بن کے آیا — تو نور ازل کی ضیا بن کے آیا (" " ماہ اکتوبر [illegible] صفحہ [illegible])
بظاہر مرصع، بباطن مجلےٰ — تو ہم رنگ حرف خدا بن کے آیا
خدا تجھ میں دیکھا نبی تجھ میں پایا — تو آئینہ ہر ضیا بن کے آیا
شکستہ دلوں کی دوا تیرے بس میں — تو ہر درد و دکھ کی دوا بن کے آیا

تم ہو مختار دو عالم دافع رنج و بلا — دین و دنیا میں شہا ہے بادشاہی آپ کی (منقول از اشتہار شائع کردہ ناظم انجمن)
تم ہو حل المشکلات اور دافع رنج و بلا — ہر دو عالم میں شہا عقدہ کشائی آپ کی ([illegible] پیر جماعت علیشاہ [illegible])
حور و ملک فلک پر فرش زمیں پہ سارے — خادم ہیں دست بستہ چاروں کتاب [illegible] (" از اشتہار مذکور)
فرشتے تری جاہ سے سیراب ہو کر — کیے جا رہے ہیں، جماعت علیشاہ "
تری پیشقدمی میں حور و جناں سب — کھڑے دست بستہ جماعت علیشاہ

مولوی احمد رضا خاں اور حقوق رسالت

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش — اپنے دامن میں چھپا احمد رضا (مدائح اعلیحضرت صفحہ [illegible])
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے — جام کوثر کا پلا، احمد رضا
حشر کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو — اپنے سایہ میں چلا، احمد رضا
تیری تعظیم ہے سرکار رب کی تعظیم — تو ہے اللہ کا اللہ تعالیٰ تیرا (" " صفحہ [illegible])
روز قیامت لوگوں میں جب شور رستاخیز ہو — دامن میں اپنے چھپا یا سیدی احمد رضا (" " صفحہ [illegible])
جل رہے ہیں [illegible] — یوں حشر میں دینا ندا یا سیدی احمد رضا

پیر جماعت علیشاہ اور حقوق رسالت

سرکار علی پور میں ہیں شاہ مدینہ — پروانہ ساں جو عشق محمد میں فنا ہیں ([illegible] صفحہ [illegible])

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی — ادھر جائیں تو اچھا ہے ادھر جائیں تو اچھا ہے (انوار الصوفیہ ۔۔۔ صفحہ)

ترا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریم کعبہ ۔۔۔ ہو — تری بارگاہ ہو وہ بارگہ کہ جو قبلہ گاہ و انام ہو (رسالہ جماعت ۔۔۔ صفحہ)

تیرے نانا ذات ابتدا کی تھی جس کی — تو اس تسکین کی انتہا بن کے آیا (انوار الصوفیہ ۔۔۔ صفحہ)

نکیرین کے سوال پر رضاخانی اُمت کا جواب

نکیرین نے مرقد میں جب پوچھا کہ تو کس کا ہے — ادب سے سر جھکا کر ہونگا نام احمد رضا خاں کا (مدائح اعلیٰ حضرت)

نکیرین اور جماعت علی شاہ

گر ستائیں گے نکیرین لحد میں شاہا — اُن کو دکھلا دونگا اُس وقت میں صورت تیری (از اشتہار شائع کردہ ۔۔۔)

یا رضا سلام علیک

رضاخانی حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح احمد رضا خاں پر بھی سلام پڑھتے ہیں جس سے ایک سلامیہ نظم ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے (ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۔۔)

امام برحق احمد رضا سلام علیک — جناب نائب غوث الوریٰ سلام علیک

کبھی جو تیرا گذر ہو رضا کے روضہ پر — تو عرض کرنا مرا ای صبا سلام علیک

غلام تیرے ہیں جو اُن کو ہے نہیں کچھ غم — تو اُن کا حامی ہے احمد رضا سلام علیک

ستائے حشر میں گرمہر کی تپش ہم کو — چھپا لے ہم کو تو زیر ردا سلام علیک

جو نجدیوں نے نہ دیکھا ترا جمال و کمال — تو کعبہ والوں نے دیکھا تھا سلام علیک

ہمیشہ سر پہ غلاموں کے یہ رہیں قائم — جناب مصطفیٰ حامد رضا سلام علیک

جو اُن کے ہاتھ میں ہاتھ ہو وہ تیری ہاتھ — کہ ہاتھ تیرے ہیں یہ اور رضا سلام علیک

ترا ہی جلوہ نمایاں ہے اُن کے چہروں میں — ترے جمال کے ہیں آئینہ سلام علیک

دعا محب کی ہے یا رب بہ رضائے احمد سے
کہ وقت مرگ ہو لب پہ رضا سلام علیک

مولوی احمد رضا خانصاحب اور اُن کے کُتّے

اپنے کُتوں میں جب کو بھی تو کر دے قبول　　واسطہ تجھ کو ترا حضرتِ اعلیٰحضرت　　(مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۲۷)

مولوی احمد رضا خانصاحب کا ایک دیرینہ کُتّا

مرے داتا مرے آقا مجھے ٹکڑا مجاؤ　　دیرے آس لگائے ہے یہ کُتّا تیرا　　(〃 صفحہ ۱۵)

اس عقیدہ رضوی پر بھی کرم کی ہو نظر　　پہ سبھی جو سہی ہے تو وہ کُتّا تیرا

مولوی احمد رضا خانصاحب کی قبر کی چادر

ذیل کے اشعار بعض ان نظموں سے لئے گئے ہیں جو خانصاحب کی چادر اُٹھاتے وقت جلوس میں اُن کے مریدین و معتقدین پڑھتے ہیں۔

نائب مصطفیٰ کی چادر ہے　　شیر شیرِ خدا کی چادر ہے　　(مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۳۳)

دینِ حق جس سے جگمگا اُٹھا　　اُسی نورِ خدا کی چادر ہے

جس نے لاکھوں کو دیدیا ایماں　　اسی بحرِ عطا کی چادر ہے

با وضو با ادب رکھو سر پر　　کہ یہ احمد رضا کی چادر ہے　　(〃 〃 صفحہ ۳۴)

بارِ عصیاں اُتر گیا سر سے　　سر پہ احمد رضا کی چادر ہے

مغفرت میں ہوا پھر شک کیونکر　　سر پہ احمد رضا کی چادر ہے

جلوہ گر ہیں حضورِ آلِ رسول　　چڑھتی احمد رضا کی چادر ہے　　(〃 〃)

نا مبیت پہ چاہتی ہو کہوں　　سیدِ دوسرا کی چادر ہے　　(〃 〃)

گاگر شریف

خانصاحب کی قبر پر گاگر بھی چڑھتی ہے اور اسکا بھی جلوس نکالا جاتا ہے اس موقعہ پر جو نظمیں پڑھی جاتی ہیں اُن کے چند شعر ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔　　(ملاحظہ مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۳۵، ۳۶)

ے واضح ہو کہ یہ دونوں شعر رضا خانیوں کے منتقب علم مولوی حشمت علیخاں صاحب کے ہیں ۱۲ منہ

یہ اُمّی ہے احمد رضا خاں کی گاگر　　حبیبِ شہنشاہ جیلاں کی گاگر

دو عالم میں کیوں نور پھیلا ہوا ہے　　کہ اُمّی ہے خورشید سبحاں کی گاگر

پیے ایک قطرہ جو جنت میں جائے　　یہ ہے ساقیٔ جامِ ابیلاں کی گاگر

اسے جو پیے اُسکو کوثر ملے گا　　یہ ہے قاسم جامِ عرفاں کی گاگر

پیے صدقِ دل سے جو ایمان پائے　　یہ ہے مَعدنِ دین و ایماں کی گاگر

خدا کی ہے رحمت کہ سر پر ہماری　　ہے اس نعمتِ ربِّ یزداں کی گاگر

ہے خورشیدِ طیبہ کا جلوہ ہر سو　　یہ ہے اُسکے مہتاب تاباں کی گاگر

سبو چہ مدینے کے چشموں کا یہ ہے　　یہ ہے فیضِ احمد رضا خاں کی گاگر

یہ پانی ہے تسنیم کوثر کا پانی　　یہ ہے چشمۂ فیض جیلاں کی گاگر

گاگریا شریف

یہ غالبًا گاگر شریف کی کوئی بہن ہے ؎　　(ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۳۹)

حور و غلمان بھی لینے کو آتے ہیں　　سیّدِ مرشد کی عالی گاگریا　　آبِ کوثر بھر لے غلماں ذ　　حور والے جب سجائی گاگریا

سر پہ غلمان اُٹھاتے آتے ہیں　　دھوویں کہ تبا کی گاگریا　　منفرتیں میں شک کیوں کر　　جبکہ سر پہ اٹھائی گاگریا

کیا خطر پیاس کا قیامت میں　　جب سر پہ رضا کی گاگریا

گگریا شریف

یہ شاید گاگر شریف کی کوئی چھوٹی بہن ہے - ؎　　(باغِ فردوس صفحہ ۱)

آلا حضرت رضا کے مجار پر ایک گریب جوگن کی درخاست

پیارے رضا موری بھر دو گگریا　　اچھے رضا موری بھر دے گگریا

بیچ رضا کے کیس موری چندریا　　چھائی بدریا موری بھرنے گگریا

دوارے تمہارے جاؤں پیا ڈار گلے بیّاں　　بانکے سیّاں موری بھر دے گگریا

جوگی ہے تمہاری رضا آس لگائے　　دور نگریا موری بھر دے گگریا

ایک رجوی جوگنیا کا لہرا

اعلیٰحضرت ذرا کھولو کواڑیاں — درشن دکھا دو مجھ دکھن بلہاریاں

بالم تم ہو اونچی اٹریاں، ہم پڑوسیاں کھائیں رہ جھڑکیاں — بتیاں پکڑ روتیاں پلنگیں، تم بن چین نہ آوت ہے

اعلیٰحضرت ذرا کھولو کواڑیاں

رجوی جوگنیا کا لہرا سن کو، گھونگھٹ اٹھا دو پردوں میں پیتاں !!

اعلیٰحضرت نے کھولو کواڑیاں

بالم تیجو گھونگھٹ کھینچو، نیناں ترس گئی درشن کو — کیوں ری سکھی میں کیسے منا دوں پی تو روٹھ سو جاوت ہے

اعلیٰحضرت نے کھولو کواڑیاں (باغ فردوس صفحہ ۴۳)

برادرانِ اسلام اس سے عبرت حاصل کریں اور رضاخانی مذہب کا خط وخال ہمارے پیش کردہ آئینہ میں دیکھیں۔ رضاخانی صاحبان سے اخیر میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ شیشہ کے گھروں میں بیٹھ کر دوسروں کے پختہ مکانات پر اینٹیں پھینکنا قرینِ دانش نہیں۔ اب جبکہ آپ حضرات کی طرف سے اس سلسلہ کی ابتدا ہو چکی ہے تو ہمیں بھی مدافعت کا حق ہے ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے — نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

(یار زندہ صحبت باقی)

ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا المقام والسلام علی اھل الاسلام والحمد للہ الملک العلام والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خیر الانام وعلی آلہ الکرام واصحابہ العظام الی آخر اللیالی والایام

ختم شد

محمد حنیف رہبر اعظمی

تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار

از انوار احمد ایم اے۔ جس میں معصور پاکستان ڈاکٹر اقبال لعہ بانی پاکستان قائد اعظم بریلویوں کی نظروں میں کیا تھے ؟ نیز مصور پاکستان کے خلاف ایک سازش کا انکشاف مسلم لیگ میں دیوبندیوں کی اکثریت، بریلویوں کا پاکستان کو کفری سلطنت قرار دینا۔ اور بنارس سنی کانفرنس کی حقیقت وغیرہ موضوعات پر بریلویوں کے ناقابل تردید حوالہ جات سے ثابت کیا گیا ہے کہ بریلویوں نے تحریک پاکستان کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ اس کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ قیمت :- ایک روپیہ پچاس پیسے

تکفیری افسانے

از مولانا نور محمد صاحب (ہند)۔ رضاخانی کتابوں کے ان مضامین کا مستند مجموعہ جن میں تقریباً ہر ایک نمایاں اور خادم ملت مسلمان پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے (اعاذنا اللہ) مع "سپاسنامہ" جو بریلوی پیروں نے جلیانوالہ باغ میں گولی چلانے والے رسوائے زمانہ ظالم انگریز جنرل اوڈوائر گورنر پنجاب کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ قیمت :- چھ روپے

السحاب المدرار

از مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ۔ مولوی احمد رضاخان صاحب نے حسام الحرمین میں اکابر علماء احناف دیوبند کی جن عبارات پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ ان کی بے نظیر تشریح و توضیح۔ زیر طبع

تزکیۃ الخواطر

از مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ۔ کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر علماء احناف دیوبند کی عبارات کا جو مطلب مولوی احمد رضاخان صاحب نے بزور لگایا ہے وہ مطلب ان عبارات کا کسی صورت میں بن ہی نہیں سکتا۔ زیر طبع

توضیح البیان فی حفظ الایمان

از مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ۔ اس کتاب میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "حفظ الایمان" کی متنازع فیہا عبارت کی ایسی دلنشین تشریح کی گئی ہے کہ کسی مخالف کو مجال دم زدن باقی نہیں رہتی۔ زیر طبع

الختم علےٰ لسان الخصم

از مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے علماء احناف دیوبند سچے اور پکے حنفی ہیں اور اہل بدعت کا شور و غل بالکل بیجا اور لغو ہے۔ مخالفین کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں بتا سکتے جس میں حضرات علماء احناف دیوبند اصولاً یا فروعاً کتب روایات معتبرہ حنفیہ کے خلاف ہوں۔ زیر طبع

کلیات شیخ الہندؒ

از حضرت میاں اصغر حسینؒ۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہ کی مختصر سوانح عمری اور آپ کا تمام منظوم کلام، قصائد مدحیہ، مراثی و تاریخات وفات بزرگان، حالات